REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTEL REGISTRATION NO. P/GDP.23.

جلد ۳۹ — شمارہ ۲۸

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبد الحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ: سالانہ ۶۰ روپے، ششماہی ۳۰ روپے، ممالک غیر بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۵۰ روپے، فی پرچہ:- ایک روپیہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۲۵ ذوالحجہ ۱۴۱۰ ہجری — ۱۹ وفا ۱۳۶۹ ہش — ۱۹ جولائی ۱۹۹۰ء

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں ٭

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دُنیا میں ہوئے ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اُن میں سے کون تباہ ہوا؟ ایک بھی نہیں۔ اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مجموعی طور پر دیکھو تو کیونکہ آپؐ جامع کمالات تھے۔ ساری قوم آپؐ کی دُشمن ہو گئی اور اس نے قتل کے منصوبے کئے۔ مگر آپؐ کی اللہ تعالیٰ نے وہ تائید کی جس کی نظیر دُنیا میں نہیں ملتی۔

ایک دفعہ اوائل دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری قوم کو بُلایا۔ ابوجہل وغیرہ سب ان میں شامل تھے۔ اہلِ مجمع نے سمجھا تھا کہ یہ مجمع بھی کسی دُنیوی مشورہ کے لئے ہوگا۔ لیکن جب اُن کو اللہ تعالیٰ کے آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا تو ابوجہل بول اُٹھا (تجھ پر ہلاکت ہو تُو نے اس لئے ہمیں جمع کیا)

غرض باوجود اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ صادق اور امین سمجھتے تھے۔ مگر اس موقعہ پر اُنہوں نے خطرناک مخالفت کی اور ایک آگ مخالفت کی بھڑک اُٹھی۔ لیکن آخر آپؐ کامیاب ہو گئے اور آپؐ کے مخالف سب نیست و نابود ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۸-۲۹)

وسعتِ حوصلہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"بچپن ہی سے اپنی اولاد کو یہ سکھانا چاہیئے کہ اگر تمہیں کسی نے تھوڑی سی بات کہی ہے۔ یا تمہارا کچھ نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اپنا حوصلہ بلند رکھو۔ اور حوصلے کی یہ تعلیم کبھی زبان سے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے عمل سے دی جاتی ہے۔ بعض بچوں سے نقصان ہو جاتے ہیں۔ گھر کا کوئی برتن ٹوٹ گیا سیاہی کی کوئی دوات گر گئی۔ کھانا کھاتے ہوئے پانی کا گلاس اُلٹ گیا۔ اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں نے دیکھا ہے کہ بعض ماں باپ برافروختہ ہو کر بچوں کے اُوپر برس پڑتے ہیں۔ اُن کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ چپیڑیں مارتے ہیں .... حوصلہ اپنے عمل سے پیدا کیا جاتا ہے۔ اور وہ ماں باپ جن کے دل میں حوصلے نہ ہوں وہ اپنے بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نرم گفتاری کا حوصلے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نبوت (نومبر ۱۹۸۹ء)

(قائدِ تربیت مجلس انصار اللہ بھارت)

کھول کر بتانے کی ضرورت!

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"اس وقت سب سے زیادہ ضرورت پاکستان کو، پاکستان میں بسنے والے پاکستانیوں کو اور پاکستان سے باہر بسنے والے پاکستانیوں کو یہ کھول کھول کر بتانے کی ضرورت ہے، کہ تم اپنی حالیہ تاریخ پر نظر ڈالو۔ تم نے کیا کیا کام کئے ہیں، جن کے نتیجے میں خدا تم سے یہ سلوک کر رہا ہے۔ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ گزشتہ گیارہ سال میں ملک میں اسلام نافذ ہوا ہے۔ تم یہ دعوے کرتے ہو کہ تم نے شریعت کے نفاذ کے سلسلہ میں وہ کچھ کیا جو ضیاء کے دور سے پہلے کوئی دُنیا میں کر نہیں سکا۔ تم یہ دعوے کرتے ہو کہ جماعتِ احمدیہ کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے کر اور تمام مراعات سے محروم کر کے تم نے اسلام کی عظیم الشان خدمت کی ہے۔ تم یہ دعوے کرتے ہو کہ تم نے ۹۰ سالہ مسائل حل کئے۔ اور ایسا ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی نظیر دوسری اسلامی تاریخ میں دکھائی نہیں دیتی۔ اگر یہ سارے دعوے سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو تم پر بہت زیادہ مہربان ہو جانا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اس آیت میں فرماتا ہے کہ .... اب کی بداعمالیوں کی سزا دینے .... تمہارے معاملے میں خدا تعالیٰ کو کیا ہو گیا ہے کہ تمہاری نیکیاں .... اور تمہاری بداعمالیوں کی سزا دیئے .... آگے بڑھ رہا ہے۔ کہ روز بروز تمہاری حالت بگڑتی چلی جا رہی ہے .... اس لئے ہوش دلانے کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے .... بار بار پکارنے سے کچھ لوگ جن کی قسمت میں جاگنا ہے وہ اُٹھ کھڑے ہوں، وہ دیکھنے لگ جائیں۔ ان کا شعور بیدار ہو جائے۔ اور جتنا حصہ قوم کا بچ سکتا ہے، بچ سکے۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ہجرت (مئی) ۱۳۶۹ ہش / ۱۹۹۰ء)

جلسہ سالانہ قادیان

مورخہ ۲۶-۲۷-۲۸ فتح (دسمبر) ۱۳۶۹ ہش / ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوگا۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بورڈ صدر انجمن احمدیہ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۹ وفا ۱۳۶۹ ہش

حسین یادیں

بدر کی گزشتہ اشاعت میں حضرت سیٹھ علی محمد صاحب الٰہ دین، سکندرآباد کے سانحۂ ارتحال پر مشتمل ایک مفصل رپورٹ مولانا شمس صاحب کی منظر پر آچکی ہے۔ اس سلسلہ میں مرحوم کے فرزند اکبر محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد صاحب الٰہ دین کا ایک مکتوب گرامی بھی موصول ہو چکا ہے جس میں حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کی وفات اور مرحوم کے اوصافِ حمیدہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرما دے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

مرحوم میں ایک بہت بڑی ذاتی خوبی بلکہ خاندانی خوبی کہنا چاہیئے یہ پائی جاتی تھی کہ مدِ مقابل اگر مخالف بھی ہو تو بھی اندازِ گفتگو میں سچائی۔ سادگی۔ دلجوئی اور ہمدردی جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ تبلیغ کا خاص جذبہ مرحوم میں موجزن تھا۔

راقم الحروف جب حیدرآباد میں مبلغ تھا، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "مولوی صاحب"! یہاں جناب صدیق دیندار صاحب کی خانقاہ ہے۔ اُن کا ادارہ ہے اور مسجد ہے۔ نمازِ مغرب میں کافی لوگ مل جائیں گے۔ آج وہاں چلیں۔ نمازِ مغرب مسجد میں ہو رہی تھی، ہم وہاں پہنچ گئے۔ ذمہ دار افراد کو اپنی آمد کی غرض بتائی۔ ہم لوگ بھی نماز سے فارغ ہو گئے۔ تیس چالیس کے قریب لوگ جمع تھے۔

خاکسار نے یہ تجویز پیش کی کہ پہلے آپ کے کوئی عالم اپنی تقریر میں اپنے عقائد اور کارنامے بیان کر دیں۔ بعدۂ خاکسار انہیں نکات پہ اپنا موقف پیش کر دے گا۔ اور اس طرح قلیل وقت میں جانبین کے موقف سامعین کے سامنے آجائیں گے۔ اور سوچنے اور موازنہ کرنے کا اچھا ماحول میسّر آجائے گا۔

چنانچہ ان کے عالم صاحب نے پانچ چھ نکات اپنے موقف کی تائید میں پیش کئے۔ خاکسار نے دُعا کی اور سوچا کہ جوابات ایسے ہونے چاہئیں جو حضرت سیٹھ صاحب کے اندازِ تکلم سے بھی مطابقت رکھتے ہوں۔ اس میں کا ایک سوال اور اس کا جواب اب تک مجھے یاد ہے جو قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے درج ہے۔

ان کے عالم صاحب نے ایک نکتہ یہ پیش کیا تھا کہ جناب صدیق دیندار صاحب کا اُسوۂ نبوی کے مطابق یہ ایک عظیم کارنامہ ہے کہ ریاست حیدرآباد کے راجے راجواڑوں کو دعوتِ اسلام دی۔ اور ان کو تبلیغی خطوط لکھے۔ خاکسار نے اس نکتہ کا جواب دیتے ہوئے ان کی تعریف کی کہ دعوتِ اسلام دینا اور راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھنا یقیناً ایک نہایت قابلِ قدر کارنامہ ہے اور ہم آپ کو اس پر مبارکباد دیتے ہیں۔ لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے شہنشاہوں کو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے تھے۔ اس کے نتائج بھی منظرِ عام پر آئے تھے۔ مثلاً ہرقل شاہِ روم کو جو تبلیغی خط رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا تھا اس میں یہ الفاظ موجود تھے "اَسْلِمْ تَسْلَمْ" کہ تم اسلام کو قبول کر لوگے تو امن میں آجاؤ گے اس نے اسلام قبول نہ کیا تو اس کی بہت بڑی حکومت کا بہت بُرا حشر ہُوا۔ اور ہرقل خود بھی ذلت و نکبت کی موت مرا۔

ہمارے اس زمانہ میں سیدنا حضرت مُصلح موعُود رضی اللہ عنہ نے کرۂ ارض پر بسنے والے تین بڑے بڑے حکمرانوں کو مخاطب کر کے حقیقی اسلام پر مشتمل تبلیغی کتب تصنیف فرمائیں۔ تحفہ شہزادہ ویلز۔ دعوۃ الامیر۔ تحفۃ الملوک۔ بالترتیب شہزادہ انگلستان ویلز۔ امیر امان اللہ خان فرمانروائے افغانستان اور میر عثمان علی خان صاحب فرمانروائے ریاست حیدرآباد کے نام۔ اور ان کو متنبہ کیا کہ اس تبلیغ کو معمولی نہ سمجھیں، اس کے مطابق تمہاری حکومتوں کے فیصلے ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ان تینوں کی حکومتیں ان کی اپنی زندگیوں میں ختم ہو گئیں۔ یہ نتیجہ نکلا۔ پس یہ فیصلہ آپ لوگ خود کر لیں کہ فریقین میں سے کن کے تبلیغی مراسلات کو اہمیت حاصل ہے۔ ان کے عالم کے پانچ چھ نکات کے خاکسار نے اسی انداز سے جوابات دیئے جس سے یہ لوگ بہت خوش اور متاثر ہوئے۔ اور ہم دونوں کی بڑے تپاک سے تواضع بھی کی۔

محترم حافظ صاحب حضرت سیٹھ صاحب کے فرزند اکبر محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی اندازِ تکلم عطا فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ خاکسار نے محترم حافظ صاحب کا وجود صداقتِ احمدیت کے لئے پیش کر دیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حیدرآباد میں ایک خاندان میں ایک نوجوان احمدی ہو گئے۔ جب ان پہ کئے جانے والے اعتراض کا جواب اُن کو معلوم نہ ہوتا تو خاکسار سے دریافت کر کے ان کو جواب دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پریشانی کے عالم میں جوبلی ہال میں آئے اور بتایا کہ آج ایسا سوال مخالفین نے میرے سامنے پیش کیا ہے کہ میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ وہ سوال یہ تھا کہ احمدیوں میں قرآن کریم کا کوئی حافظ ہی موجود نہیں ہے۔ خاکسار نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں بہت سے حفاظ موجود ہیں۔ حیدرآباد میں ایک احمدی حافظِ قرآن ایسے ہیں جو ماہرِ فلکیات بھی ہیں۔ پی ایچ۔ ڈی ہیں۔ اور حیدرآباد عثمانیہ یونیورسٹی میں اپنے شعبہ کے انچارج ہیں اور قرآنِ کریم کے حافظ ہونے کے علاوہ عالمِ قرآن بھی ہیں۔ اور وہ ہیں حافظ ڈاکٹر صالح محمد الٰہ دین صاحب۔ یہ نوجوان بہت خوش ہوئے اور دُوسرے روز ملے اور کہا کہ مخالفین لاجواب ہو گئے۔ اور انہوں نے اقرار کیا کہ باپ رے باپ، اِن پایہ کے حافظِ قرآن تو ہم میں موجود نہیں ہے۔ ہمارے لوگ تو طوطے کی طرح قرآن کریم رٹ لیتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو قرآنِ کریم کا ترجمہ بھی نہیں جانتے چہ جائیکہ وہ پی ایچ۔ ڈی بھی ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دُعا ایک مرتبہ دورانِ گفتگو میں نے حافظ صاحب سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیکی اور خلوص کی بڑی توفیق دے رکھی ہے۔ اپنی جملہ ذمہ داریاں انجام دیتے ہوئے دینی خدمات میں بھرپور حصہ لیتے ہیں اور آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ بھی۔ اس پر فرمایا، ایک مرتبہ حضرت دادا جان نے حضرت مُصلح موعود رضی اللہ عنہ سے میرے لئے دُعا کی درخواست کی تھی۔ اور حضور نے فرمایا ٹھیک ہے۔ یہ آپ کے وقار کو وہاں قائم رکھیں گے۔ یہ سب اسی دُعا کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نمایاں رنگ میں حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کا وقار قائم رکھنے کی حافظ صاحب کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ الحمد للہ۔

ایک مرتبہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ گھر کے لوگوں میں ایک مرتبہ یہ بات آئی کہ اس بات پہ اچھی طرح غور کر کے اپنا اپنا فیصلہ بتائیں کہ نیکی اور تقویٰ اور خلوص میں ہم میں سے سب سے آگے کون ہے۔ تو متفقہ طور پر میری چھوٹی بہن عزیزہ صدیقہ کا نام سامنے آیا۔

گزشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر محترم حافظ صاحب نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ میرے بڑے بیٹے عزیز سُلطان محمد الٰہ دین کا رشتہ طے ہونے پر عزیزہ صدیقہ نے ایک ہزار روپے کا تحفہ دیا۔ اس پر میں نے کہا اب آپ کے حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ اب ایسا تو نہیں چاہیئے۔ تو عزیزہ محترمہ صدیقہ صاحبہ نے جواباً کہا کہ بھائی جان! بے شک میرے حالات تبدیل ہو چکے ہیں لیکن میرا پیارا خدا تو تبدیل نہیں ہُوا۔ وہ تو وہی خُدا ہے جو پہلے تھا سو اب بھی ہے۔ باتیں تو بہت ہیں اور بڑی ایمان افروز ہیں۔ یہ تربیتی نقطۂ نگاہ سے چند باتیں ڈرتے ڈرتے بیان کر دی ہیں۔ کیونکہ مومن اپنی نیکیوں کو اکثر پوشیدہ رکھنا پسند کرتا ہے۔

اِسلام ایک ایسا پیارا مذہب ہے کہ ایسے اندوہناک سانحہ پر بھی صبر کرنے والوں کو بشارت سُناتے ہُوئے فرماتا ہے کہ

بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ

صبر کرنے والوں کو بشارت دے دو۔ اور جو خدا کی راہ میں جان دیتے ہیں ان کو زندہ قرار دیتا ہے ——!!

حضرت سیٹھ علی محمد الٰہ دین صاحب مرحوم ایک مُرتاض باللہ بزرگ تھے جو ہر آن اللہ کی رضا کو مقدّم رکھنے کی کوشش کرنے والے تھے ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کی راہ میں
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

عبدالحق فضل

وِلادت

مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۹۰ء بروز جمعرات ۲ بجکر ۵۰ منٹ پہ اللہ تعالیٰ نے مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید نائب ناظر اُمور عامہ قادیان کو اللہ تعالیٰ نے دُوسرا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچے کا نام "شکیل احمد عُمیر" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود محترم حضرت عبدالرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ کا پوتا اور محترم محمد فیروز الدین صاحب آڈر آف کلکتہ کا نواسہ ہے۔ احباب کرام دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرمائے۔ والدین اور دونوں خاندانوں کے لئے قرۃ العین ہو اور خادمِ دین بنے۔ آمین۔

(ایڈیٹر)

خطبہ جمعۃ المبارک

متشدّد علماء باوجود اس کے کہ ایک دوسرے سے شدید نفرت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے بنیادی باتوں میں اختلاف کرتے ہیں، اس بات میں ایکا کرچکے ہیں کہ ہم شریعت کے نام پر اس ملک میں حکومت کریں

اب تک ایسا نہیں ہوسکا تو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپس میں ان کے اختلافات ہیں جو طے نہیں ہوتے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۲ر فتح ۱۳۶۸ ہش مطابق ۲۲ر دسمبر ۱۹۸۹ء بمقام مسجد فضل۔ لندن

محترم منیر احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر P.S. لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف جو ظلم و تعدّی کی تحریک بڑے زور و شور سے جاری ہے، اس سے متعلق مختلف وقتوں میں مَیں جماعت کے سامنے حالات رکھتا رہتا ہوں۔ آج کے خطبے میں مَیں نے یہ موضوع چُنا ہے کہ اس تحریک کا وہ پس منظر کیا ہے جو خالصۃً دینی حیثیت رکھتا ہے اور جس کا تعلق احمدیوں کو مسلمانوں کے دائرے سے اسلام کے دائرے سے خارج کرکے غیر مسلم بنانا ہے۔ غالباً اس سے پہلے مَیں نے بعض خطبوں میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یا بعض ابتدائی خطبوں میں تفصیلی بحث بھی کی ہوگی۔ لیکن چونکہ ہماری نئی نسلیں اور نئے آنے والے احمدی زیادہ تر اس پس منظر سے بے خبر ہیں، اس لئے کبھی کبھی ان باتوں کو دُہرانا اور یاد کرانا مفید ہوسکتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے خلاف ایک دور تو وہ تھا کہ جب محض فتووں پر بناء کی جاتی تھی۔ اور کثرت کے ساتھ تمام ہندوستان کے علماء ہی نہیں بلکہ ارضِ حجاز کے علماء سے اور دیگر ملکوں کے علماء سے بھی فتوے لئے گئے۔ اور شائع کئے گئے۔ جن کے ذریعے عوام الناس کو یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ احمدی قطعی طور پر دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک

میں بھی زیادہ تر بناء انہیں فتاویٰ پر تھی۔ لیکن جب ۱۹۵۴ء میں منیر انکوائری کمیشن ۱۹۵۳ء کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے مقرر کیا گیا تو پہلی بار اس کمیشن نے جو عدلیہ کے بہت ہی ممتاز اور غیر معمولی قابلیت رکھنے والے دو منصفین پر مشتمل تھا۔ یعنی جسٹس محمد منیر اور جسٹس کیانی۔ تو انہوں نے پہلی بار اس سوال کو ایک اور نقطۂ نگاہ سے کھنگالا اور علماء کے سامنے معیّن طور پر یہ مسئلہ رکھا کہ جب تم کسی کو غیر مسلم قرار دیتے ہو تو تمہارے لئے لازم ہے کہ اس سے پہلے

مسلمان کی تعریف

کرو۔ اور جب تک تم کسی چیز کی تعریف نہیں کرتے اور یہ ثابت نہیں کرتے کہ وہ تعریف اس شخص پر صادق نہیں آرہی جس کو تم اس تعریف سے باہر قرار دے رہے ہو، اس وقت تک تمہارا قانونی حق نہیں بنتا کہ کسی کے متعلق اپنی رائے کو ہی قانون بنالو۔ چنانچہ معیّن طور پر ۱۹۵۳ء کے فسادات کے متعلق عدالتی تحقیقات کے دوران جو ۱۹۵۴ء میں دراصل کی گئی، اس زمانے کے چوٹی کے ۹ علماء سے جسٹس منیر اور جسٹس کیانی نے اسلام کی تعریف سے متعلق معیّن سوالات کئے۔ یہ بہت ہی دلچسپ باب ہے اور

REPORT
of
THE COURT OF INQUIRY
CONSTITUTED UNDER
PUNJAB ACT II OF 1954
TO ENQUIRE INTO THE
PUNJAB DISTURBANCES OF 1953

یہ ہے ٹائیٹل اس کتاب کا جو ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ پرنٹنگ پنجاب پریس سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۲۱۵ سے ۲۱۸ پر یہ دلچسپ بحث موجود ہے۔ اس کا خلاصہ میں نے تیار کیا ہے تاکہ آپ کے علم میں مسلمان کی تعریف کا وہ پس منظر لے کر آؤں جو اُس زمانے تک بعض علماء کے نزدیک سمجھی جارہی تھی۔ سب سے پہلے وہ ذکر کرتے ہیں کہ

مولانا ابوالحسنات

محمد احمد قادری سے جب یہ سوال کیا گیا کہ مسلمان کی کیا تعریف ہے؟ تو انہوں نے ۶ نکاتی جواب دیا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے۔ انہوں نے کہا: توحید[۱] پر ایمان لاتا ہو۔ آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہو۔ آنحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو۔ قرآن کریم[۴] پر ایمان کہ یہ خدا کا کلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ رسول اللہ[۵] کے احکامات کو واجب التسلیم یقین کرتا ہو۔ اور قیامت[۶] پر ایمان لاتا ہو۔

اس تعریف کی کوئی بنیاد انہوں نے بیان نہیں کی۔ قرآن اور سنّت کی رو سے کس بات پر انہوں نے بناء رکھی ہے جس کی رو سے یہ تعریف بتائی۔ اور اس تعریف میں اور اس تعریف میں جو بالعموم مسلمانوں میں رائج چلی آتی تھی یعنی تفصیلی تعریف، اس میں بعض بنیادی فرق ہیں۔ مثلاً قرآن کریم پر ایمان کا ذکر ہے مگر دیگر کتبِ سماوی پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ ملائکہ پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان کا تو ذکر ہے مگر کُل انبیاء کی رسالت پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کے علماء کے نزدیک اسلام کی کوئی واضح تعریف تھی ہی نہیں۔ اور جس شخص کے منہ میں جو بات آئی اس نے اس موقعہ پر کر دی۔ دوسرے نمبر پر وہ

مولانا احمد علی

صاحب، جمعیت علمائے اسلام کے نمائندے کا جواب درج کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اگر کوئی قرآن پر ایمان لاتا ہے۔ رسول اللہؐ کی حدیث پر ایمان لاتا ہے تو اسے مسلمان کہلانے کا حق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کسی اور چیز پر ایمان لاتا ہے یا نہیں لاتا۔ اس لئے باقی ارکانِ اسلام جو تھے اُن کا صفایا انہوں نے کر دیا۔ اور منجملہ یہ کہنا کافی سمجھا، اگر صفایا نہیں کیا کہ چونکہ قرآنِ کریم پر ایمان لے آیا، ساری باتیں اس میں شامل ہوگئیں۔ اس لحاظ سے ایک جامع تعریف تو بنتی ہے لیکن قرآنِ کریم کی تمام تفاصیل پر ایمان لانے کی جب بحث اُٹھ جائے تو ایک اتنا لمبا قضیہ شروع ہوجاتا ہے کہ اس کو مسلمان کی تعریف کہنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ جسٹس منیر نے جو ایسے سوالات کئے، اُن سوالات سے پہلے انہوں نے تعریف کی تعریف کرکے ان کو بتایا کہ تعریف اس کو کہتے ہیں جو کم سے کم الفاظ میں کسی چیز کی تصویر کافی صورت میں بیان کر دے۔ تو کم سے کم الفاظ تو ہیں لیکن اس کے اندر یہ بات مضمر ہے کہ قرآن کریم کی تفصیلی بحثیں اُٹھائی جائیں گی۔ اور قرآنِ کریم کے کسی ادنیٰ سے حکم پر بھی اگر کوئی عمل نہیں کرتا یا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی کسی حدیث پر عمل نہیں کرتا تو دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

تیسرا سوال

مولوی مودودی صاحب

ابوالاعلیٰ کہلانے والے مودودی صاحب سے کیا گیا اور اُن کا جواب اِس میں کوئی شک نہیں کہ مدلّل تھا صحیح سند رکھتا تھا اور کافی و شافی سمجھا جانا چاہیئے تھا کیونکہ انہوں نے پانچ ارکانِ اسلام ہی بیان کئے، اس سے زائد کوئی بات نہیں کی۔ انہوں نے فرمایا: جو شخص توحید[1] پر ایمان لاتا ہو۔ انبیاء[2] پر منجملہ ایمان لاتا ہو۔ تمام[3] الٰہی کتب پر ایمان لاتا ہو۔ ملائکہ[4] پر ایمان لاتا ہو۔ یوم الآخرہ[5] پر ایمان لاتا ہو، وہ مسلمان ہے۔

چونکہ اس میں ختمِ نبوت کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور کوئی ایسی شق وہ زائد نہیں کر سکے کیونکہ قرآن و سُنّت اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، جس کی رُو سے وہ احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے سکتے۔ اس لئے تعجب سے عدالت نے اِن سے یہ معیّن سوال کیا کہ کیا ان باتوں پر ایمان لانا مُسلمان کہلانے کے لئے کافی ہے اور کسی اَور چیز کی ضرورت نہیں اور وہ اسلامی سلطنت میں مُسلمان کہلائے گا؟ تو جواب تھا ہاں۔ پھر سوال ہُوا کہ اگر کوئی اِن پانچوں باتوں پر ایمان لاتا ہو تو کیا کسی کو حق ہے کہ اس کے ایمان کے وجود پر اعتراض کر سکے؟ تو جواب تھا کہ جو پانچ ضروریات مَیں نے بیان کی ہیں یہ بنیادی ہیں۔ اگر کوئی ان میں تبدیلی کرے تو وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جائے گا۔

گویا اس سے پہلے علماء کے جواب میں جہاں جہاں اِن پانچ باتوں سے انحراف کیا گیا ہے اور تعریف میں تبدیلی کی گئی ہے یا بعد میں آنے والے علماء نے اِن پانچ باتوں کے علاوہ کچھ بیان کیں یا ان میں کوئی تبدیلی کی تو وہ بھی مولانا صاحب کی اِس تعریف سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ لیکن جیسا کہ آخر پر ظاہر ہوگا، احمدی خارج نہیں ہُوئے۔ و باقی سب علماء چونکہ اِس تعریف سے انحراف کرتے رہے ہیں، وہ خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ کہنا شاید درست نہ ہو احمدی خارج نہیں ہوتے، باقی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ نے جو بیان دیا ہے وہ کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت کا اقرار کرنا ہے اور اس کی تفصیل یہ بیان نہیں کی جو یہ پانچ نکات ہیں۔ اس لئے مولانا مودودی کی تعریف کی رُو سے سوائے ان کی ذات کے باقی سارے جماعتِ اسلامی والے بھی جو اِس کے سوا کوئی تعریف کرتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

غازی سراج الدین

صاحب نے بس اِسی پر اکتفاء کی کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اور رسول اللہ کی پیروی کرتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔

عدالت نے علماء کے سامنے یہ سوال بار بار اُٹھایا کہ پیروی کرنے کی شرط اگر ضروری ہے تو عملاً جو شخص احکامِ اسلام کے بعض حصّوں پر عمل پیرا نہیں ہے اُس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ تو باقی سب علماء نے جن سے بھی یہ سوال کیا گیا یہ فتویٰ دیا کہ وہ پھر بھی مُسلمان رہتا ہے۔ لیکن غازی سراج الدین کی تعریف سے یہ بات نکلتی ہے کہ کوئی شخص جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی پیروی نہیں کرتا کسی معاملے میں، وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

مفتی محمد ادریس

صاحب جامعہ اشرفیہ نے ایک لمبی تعریف کی اور ساتھ یہ بھی اقرار کیا کہ میرے لئے اِن تمام اُمور کا ذکر تقریباً ناممکن ہے جو مُسلمان بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بناء رکھی ضروریاتِ دین پر۔ کہ جو ضروریاتِ دین پر ایمان لاتا ہو وہ مُسلمان ہے۔ جب عدالت نے یہ سوال کیا کہ ضروریاتِ دین ہیں کیا؟ تو اِس موقعہ پر آکر انہوں نے اقرار کیا کہ یہ اتنی لمبی فہرست ہے کہ میرے لئے ناممکن ہے۔ لفظ استعمال کئے ہیں، تقریباً ناممکن ہے کہ مَیں ان تمام ضروریاتِ دین کو بیان کر سکوں۔ گویا کہ جواب مبہم رہا۔

شیعہ عالم

حافظ کفایت حسین

صاحب نے جو ادارہ حقوقِ تحفظِ شیعہ سے تعلق رکھتے تھے، تین[3] باتیں بنیادی طور پر بیان کیں: "توحید[1]۔ نبوّت[2]۔ قیامت[3]۔" اس کے سوا کتب پر ایمان لانا، ملائکہ پر ایمان لانا، یہ انہوں نے ضروری نہیں سمجھا۔ "اِن کے علاوہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔" اور ضروریاتِ دین کی تفصیل بیان نہیں کی۔

مولانا عبدالحامد بدایونی

صاحب کا جواب یہ تھا کہ جو ضروریاتِ دین پر ایمان لائے وہ مومن ہے۔ اور جو مومن ہے وہ مُسلمان بھی ہے۔

اِن سے بھی عدالت نے معیّن سوال کیا کہ ضروریاتِ دین ہیں کیا؟ اس کا جواب یہ تھا کہ جو شخص پانچ ارکانِ اسلام پر ایمان لاتا ہو اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی رسالت پر ایمان لاتا ہو وہ ضروریاتِ دین کو پورا کر دیتا ہے۔ تو عملاً ان کی تعریف وہی بن گئی کہ جو پانچ ارکانِ اسلام ہیں، وہی دراصل کسی کو مُسلمان بنانے کے لئے کافی ہیں۔ ان پر ایمان لانا مُسلمان بنانے کے لئے کافی ہے۔ اس پر عدالت نے سوال کیا کہ کیا اس کے علاوہ اَور بھی

ایسے اُمور ہیں جو کسی کے مُسلمان ہونے یا دائرہ اسلام سے باہر ہونے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ تو جواب تھا کہ ہاں، اَور بھی ہیں۔ سوال ہُوا کہ کیا آپ ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہیں گے جو ارکانِ خمسہ اور رسالت پر تو ایمان لاتا ہو لیکن چوری کرتا ہو، امانت میں خیانت کرتا ہو، ہمسایوں کی بیویوں پر گندی نظریں ڈالتا ہو اور حد سے بڑھی ہُوئی اِحسان فراموشی کا مرتکب ہو؟ جواب تھا کہ چاہے وہ یہ ساری باتیں کرے، اگر وہ ارکانِ اسلام پر ایمان لاتا ہے تو مُسلمان ہے۔

محمد علی کاندھلوی

صاحب نے بیان دیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے ارشاد کی تعمیل میں جو ضروریاتِ دین پر عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔

یہاں صرف ایمان کی بات نہیں اُٹھائی بلکہ عمل کی بات اُٹھائی۔ سوال ہُوا کہ ضروریاتِ دین کیا ہیں؟ تو اس کا جواب تھا کہ ضروریاتِ دین وہ تقاضے ہیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہیں۔ خواہ وہ عالمِ دین ہو یا نہ ہو۔ یعنی ضروریاتِ دین اسلام کا وہ ظاہر و باہر تصوّر ہے جو دُنیا کے ہر مسلمان کو معلوم ہے خواہ وہ عالمِ دین ہو یا نہ ہو۔ جب سوال ہُوا کہ وہ ضروریاتِ دین گنوائیے تو سہی تو جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ مَیں تمام ضروریات کو [margin insertion: بیان کر سکتا ہوں [illegible]]

اِسلام سے یہ کیسا تمسخر ہو رہا ہے۔ اور یہ وہ چوٹی کے علماء سمجھے جاتے تھے جو ANTI AHMADIYYA ایجی ٹیشن یعنی جماعت کے خلاف تحریک کے سربراہ تھے۔

مولانا

امین احسن اصلاحی

صاحب نے مُسلمانوں کو دو[2] حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک سیاسی مُسلمان اور ایک حقیقی مُسلمان۔ سیاسی مُسلمان کی دس[10] شرطیں گنوائیں۔ اور سیاسی مسلمان بننے کے لئے جو شرطیں اُن کے نزدیک ضروری ہیں، وہ یہ ہیں: توحید[1]، ختمِ نبوت[2]، تقدیر خیر و شر[3]، ایمان بالآخرۃ[4]، قرآن آخری کتاب[5] (دیگر کتب پر ایمان ضروری نہیں ہے)۔ حج[6]، زکوٰۃ[7]، مسلمانوں کی طرح نماز کی ادائیگی[8]، تمام[9] ظاہری قوانین جو اسلامی معاشرہ پہ لاگو ہوتے ہیں۔ اُن سب پر عمل پیرا ہونا۔ (ملائکہ پہ ایمان بیچ میں سے کھا گئے ہیں۔ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی) اور روزہ[10]۔

فرماتے ہیں یہ دس باتیں کرنے کے باوجود وہ صرف سیاسی مُسلمان بنے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ان پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔ ان پر عمل کرنا سیاسی مسلمان ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ کے نزدیک سیاسی اور حقیقی مسلمان میں یہی فرق ہوگا کہ جو ایمان لائے اور عمل نہ کرے وہ سیاسی اور جو ایمان لائے اور عمل بھی کرے وہ حقیقی مسلمان؟ تو جواب تھا: میرا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عمل ضروری ہے لیکن اگر کوئی اِن باتوں پر عمل نہ بھی کرے تو وہ سیاسی مُسلمان کی تعریف سے باہر نہیں نکلتا۔ پھر عدالت نے سوال کیا: اگر کوئی سیاسی مسلمان آپ کی اِن دس باتوں سے اتفاق نہ کرے یعنی یہ کہے کہ آپ نے جو دس باتیں ضروری قرار دی ہیں، مجھے اِن سے اتفاق نہیں ہے۔ مَیں نہیں مانتا اِس تعریف کو، تو کیا آپ اس کو بے دین کہیں گے؟ جواب تھا: نہیں مَیں اس کو بے عمل کہوں گا۔

یہ ہے خلاصہ۔ اور آخر پر وہ لکھتے ہیں دسویں نمبر پر کہ

صدر انجمن احمدیہ

کی طرف سے جو تعریف تحریری طور پر موصول ہوئی ہے، وہ یہ ہے۔ جو رسول اللہؐ کی اُمت میں سے ہو اور کلمہ طیبہ پر ایمان لاتا ہو۔ یہ مختصر تعریف جماعتِ احمدیہ کی طرف سے پیش کی گئی۔

اِن تعریفی بحث کے بعد جو سن ۵۳ء تک کا عرصہ گزرا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اِس عرصے میں کوئی نیا دین نازل نہیں ہُوا۔ قرآنِ کریم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کوئی ایسی احادیث منکشف نہیں ہوئیں جو پہلے ان علماء کے علم میں نہیں تھیں۔ گزشتہ علماء کی کتب میں جو قرونِ وسطیٰ کے علماء ہیں، کوئی ایسا اضافہ نہیں ہُوا جس کی بناء پر اِن کو نئی تعریفیں معلوم ہو گئی ہوں۔ غرضیکہ اسلام کی علمی دُنیا خود اِن کے نزدیک اُس وقت تک پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ اور کوئی ایسی نئی راہنمائی اِن کو حاصل نہیں ہوئی جس کی رُو سے یہ اپنی تعریفیں تبدیل کر سکتے۔ لیکن چونکہ علم پر بناء ممکن نہیں تھی اِس لئے

سازش پر بناء

کی گئی۔ اور یہ سارے فرقے جن میں سے بعض کی نمائندگی اِن ۹ علماء نے کی اور بعض دوسرے فرقے بھی جن کی نمائندگی نہیں ہُوئی، ان سب نے اِس سازش پر اتفاق کیا کہ ہمیں صرف وہی تعریف منظور ہوگی جس کی رُو سے اَور کوئی دائرہ اسلام سے خارج ہو یا نہ ہو، جماعتِ احمدیہ قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اِس تعریف کا ذکر کرتے ہُوئے ممتاز حسین شاہ صاحب ایڈووکیٹ جنہوں نے ایک بہت ہی دلچسپ اور عالمانہ اور خیال انگیز کتاب حال ہی میں شائع کی ہے اس کا عنوان ہے

"آمریت کے سائے"

یہ کتاب شاہین لاء بُک ہاؤس نے شائع کی ۲۸ سیفی بلڈنگ نزد لائٹ ہاؤس سینما۔ ایم۔ اے جناح روڈ کراچی ۱ کا پتہ ہے۔ یعنی ملنے کا پتہ یا اشاعت کا پتہ۔

اس میں یہ بحث اٹھاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "مسلمان کی تعریف اور آئین میں ترامیم لکھتے ہیں کہ "ضیاء الحق نے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں ترمیم کر کے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف اس طرح کی :۔

مسلم :۔ جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔ آپ کو آخری نبی مانتا ہو اور آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو نبی یا مصلح تسلیم نہ کرتا ہو وہ مسلم ہے۔

غیر مسلم :۔ کی تعریف یہ کی، جو شخص مسلم نہ ہو یا جس کا تعلق عیسائی یا ہندو سکھ، بدھ یا پارسی فرقوں سے ہو، وہ غیر مسلم ہے۔" (آمریت کے سائے صفحہ ۲۰۳)

— اس پر یہ لکھتے ہیں :۔

"یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قادیانی جماعت کو غیر مسلم بنانا خاصا مشکل کام تھا اس لئے کہ مسلمان کی تعریف تو صرف یہ تھی کہ جو شخص توحید و رسالت پر ایمان لے آئے وہ مسلمان ہے یعنی جو شخص بھی کلمۂ طیبہ پڑھ لے اور لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبان سے ادا کر دے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے جن باتوں پر ایمان لانا ضروری تھا ان میں توحید، رسالت، فرشتوں، آسمانی، کتابوں خیر و شر کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اور حیات بعد الموت شامل ہیں۔ قادیانی جماعت ان جملہ باتوں پر ایمان رکھتی ہے۔"

(آمریت کے سائے۔ صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)

اس لئے کوئی آسان کام نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ کو اس تعریف کی رُو سے باہر نکالا جا سکے۔ پس ضیاء الحق صاحب نے یا اس سے پہلے ۱۹۷۴ء میں علماء نے مل کر جو سازش تیار کی، وہ یہ تھی کہ ایسی تعریف کریں جس میں **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ۔ کو اور پانچ ارکانِ اسلام کو مسلمان بنانے کے لئے کافی نہ سمجھا جائے اور ایک اور ایسی زائد شرط لگا دی جائے۔ جس کی رُو سے احمدی جماعت باہر نکل جائے باقی دوسرے فرقے بیچ میں رہیں یا نہ رہیں، اس سے قطع نظر۔ لیکن اس تعریف پر مزید گفتگو سے پہلے میں ایک اور دلچسپ بات آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ اس بحث کے آخر پر یہی مصنف لکھتے ہیں کہ "مسلمان کی تعریف کے ہی سلسلہ میں جناب ارشاد احمد حقانی صاحب ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے اپنے کالم روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۷ر فروری ۱۹۸۴ء میں تحریر کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس ایم۔ آر۔ کیانی نے علماء سے مسلمان کی تعریف دریافت کی تو علماء نے آپس میں مشورہ کے بعد کہا تھا کہ "ہمیں اس کے لئے کچھ مہلت دیجئے (تاکہ وہ تعریف بنا سکیں) تو جسٹس موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ "آپ کو ڈیڑھ ہزار سال کی مہلت مل چکی ہے۔ اس سے زیادہ کی مہلت دینا اس عدالت کے اختیار میں نہیں۔" (آمریت کے سائے صفحہ ۲۰۵)

تو جس قوم کو ڈیڑھ ہزار سال میں اپنی ماہیت کی تعریف نہ معلوم ہوئی ہو اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال یا چودہ سو سال کے انتظار کے بعد ایک نئی تعریف ایجاد کرے، جو سابقہ تمام تعریفوں کو ناکافی اور نااہل قرار دے دے یہ ہے بنیادی بحث جس کی طرف اس دلچسپ تبصرے میں اشارہ کیا گیا ہے اور جسٹس کیانی کو آپ میں سے بہت سے جانتے ہوں گے کہ بڑے ہی ذہین اور فطین انسان تھے اور بہت دلچسپ تبصرے کیا کرتے تھے ان کے تبصروں میں یہ تبصرہ ایک شاہکار ہے کہ مولانا **پندرہ سو سال آپ کو ملے ہیں**۔ ڈیڑھ ہزار سال اور اب مزید مہلت دینا عدالت ہذا کے اختیار میں نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس چودہ سو سال یا پندرہ سو سال (پندرہ سو سال تو عموماً انہوں نے ایک راؤنڈ فگر کے طور پر بیان کئے) عملاً چودہ سو سال سے کچھ عرصہ کم گزرا تھا۔ اس عرصے میں جو تعریف پر اکٹھے نہ ہو سکے اور اس وقت تک اتنا اختلاف رہا کہ جسٹس منیر یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے انہیں تعریفوں کے ذکر کے بعد کہ اب صورت حال یہ واضح ہوتی ہے کہ اگر ہم ان ۹ علماء کی تعریف سے اتفاق نہ کریں اور اپنی ایک الگ تعریف بنا لیں تو ان سب کے نزدیک متفقہ طور پر ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ اور ان میں سے کسی ایک کی تعریف سے بھی اگر اتفاق کریں، کسی ایک کی تعریف سے بھی تو تمام دوسرے علماء کے نزدیک ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ یہ وہ آخری شکل تھی، ۱۹۷۴ء تک۔ وسیع اسلامی تاریخ پر پھیلے ہوئے ان سارے موضوعات کی بحثوں کا جو خلاصہ علماء نے بیان کیا وہ آپ کے سامنے جسٹس منیر نے اُن کے جوابات کی صورت میں رکھ دیا اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے متفق نہیں تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ۵۳ء کے بعد سے لے کر ۷۴ء تک وہ کونسی نئی شریعت ان پر نازل ہوئی ہے جس کی رُو سے انہوں نے ایک متفقہ تعریف بنالی۔ بہر حال جو تعریف بھی بنائی گئی، اس میں پھر اس مصنف کے نزدیک ضیاء الحق صاحب نے ترمیم کی اور ترمیم شدہ صورت تعریف کی یہ نکلی کہ "جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔ آپ کو آخری نبی مانتا ہو اور آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو نبی یا مصلح تسلیم نہ کرتا ہو، وہ مسلم ہے"۔ اس تعریف کی رُو سے تمام وہ مسلمان جو اس سے پہلے قرون اولیٰ سے اب تک گذرے ہیں، وہ سارے غیر مسلم بن جاتے ہیں کیونکہ اسلام کی تعریف جو قرآن نے کی ہے اس کی رُو سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا کافی نہیں ہے۔ بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح ملائکہ کا ذکر نہیں یوم آخر کا ذکر نہیں۔ دیگر کتب پر ایمان لانے کا ذکر نہیں تو وہ سب جو اُن باتوں پر ایمان لایا کرتے تھے۔ اس تعریف کی رُو سے وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتے ہیں تو یہ کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بہر حال ایک سازش ہوئی اور اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے مل کر یہ تعریف کی کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرے وہی مسلم ہوگا۔ اور محض کلمہ توحید کا اقرار اور کلمۂ رسالت کا اقرار جسے ہم کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کہتے ہیں۔ وہ کافی نہیں ہے۔ پس تعریف میں دو جزو شامل ہوئے۔ ایک **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار** جو دراصل جامع ہے اُن تمام باتوں پر جو اسلام کی تفصیلات میں آتی ہیں یعنی اس میں اگرچہ ملائکہ کا ذکر نہیں اور کتب کا ذکر نہیں، دوسری چیزوں کا ذکر نہیں لیکن کلمہ اپنی ذات میں جامع مانع ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی شہادت دینا اُن تمام امور پر جامع ہوتا ہے جن پر ایمان لانا آپ نے ضروری قرار دیا۔ اس پہلو سے تو ضیاء الحق کی تعریف ہو یا کسی اور کی، قابل اعتراض نہیں بنتی لیکن جب اس تعریف کو کافی نہ سمجھا جائے اور مزید اضافے کئے جائیں تو پھر جن اہم امور کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ قابلِ اعتراض بن جاتے ہیں۔ یہ **بنیادی نکتہ** ہے جس کو ہر احمدی کو سمجھنا چاہیئے۔

ہمارے نزدیک کلمۂ توحید سارے اسلام پر حاوی ہے۔ کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت یعنی جن کو ملا کر ہم کلمۂ شہادت کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس کو کافی نہ سمجھا اور اس لئے کافی نہ سمجھا کہ احمدی بھی پڑھتے ہیں۔ انہوں نے اضافوں کی کوشش کی۔ جب اضافوں کی کوشش کی تو تمام ضروریات بیان نہ کیں بلکہ بعض ضروریات بیان کر دیں اور تعریف کو نامکمل اور ناکافی بنا کر دکھایا۔ اس تعریف کی رُو سے آپ یاد رکھئے۔ دو شقیں بنتی ہیں۔ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار۔ اب اس کے نتیجے میں پاکستان میں آرڈیننس۔ جماعت احمدیہ کے جو حقوق غصب کئے گئے، ان قوانین کا اس تعریف سے ایک بنیادی اندرونی ٹکراؤ ہے جس کو میں روشنی میں لانا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں احمدیوں پر سب سے زیادہ مظالم کلمۂ شہادت کے اقرار پر اور اس کے حق میں گواہی دینے پر ہوئے ہیں اور علماء نے یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ احمدی ہمارے نزدیک مسلمان نہیں، اس لئے ان کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حق نہیں ہے اور چونکہ ضیاء کا یہ آرڈیننس وضاحت کے ساتھ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے اور غیر مسلم کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی پہلو سے بھی مسلمانوں کی مشابہت اختیار

کرے، قول سے یا فعل سے۔ اس لئے چونکہ کلمہ طیبہ مسلمانوں کی بنیادی پہچان ہے، اس لئے جب احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تو جب وہ کلمہ پڑھتے ہیں تو عملاً مسلمانوں کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے اوپر آرڈیننس کی رُو سے وہ سزائیں واجب ہو جاتی ہیں جن کا آرڈیننس میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ہے اُن کا استدلال۔ لیکن یہ استدلال فی ذاتہ محض بودا اور نکما استدلال ہے۔ اس میں اس کی غلطیاں کے بہت سے پہلو ہیں جو بعض سابقہ خطبوں میں مَیں آپ کے سامنے رکھتا رہا ہوں لیکن آج تعریف کے نقطۂ نگاہ سے ایک بات کھولنی چاہتا ہوں۔

تعریف کے ایسے اجزاء بھی ہوا کرتے ہیں جو عام ہوں اور ایسے اجزاء بھی ہوتے ہیں جو تخصیص پیدا کرتے ہیں اور امتیاز پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آپ جب کہتے ہیں کہ انسان کی تعریف یہ ہے کہ وہ حیوان ناطق ہو یعنی اس کا حیوان ہونا ضروری ہے لیکن اس کا حیوان ہونا کافی نہیں ہے اگر حیوان ہونا انسان کی تعریف کے لئے کافی ہو تو ناطق کی شرط بے معنی اور بے ضرورت ہو جاتی ہے۔ اور جیسا کہ جسٹس منیر نے بڑی قابلیت سے شروع میں علماء کو سمجھایا تھا کہ پہلے تعریف کی تعریف سمجھو تو کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ واضح اور قطعی بات کرنا جس کا اطلاق اس نوع پہ ہو جائے جس نوع کی تعریف کی جا رہی ہے۔ اور اس نوع کے علاوہ کسی اور پر اس کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ یہ ہے دراصل تعریف کی تعریف۔ اس کو اپنے لفظوں میں جسٹس منیر نے علماء کے سامنے رکھا۔ اب اس تعریف کی رُو سے جب یہ کہا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن اسے کافی نہیں سمجھا گیا تو تعریف کا یہ حصہ عام ہو گیا جس طرح حیوان ناطق میں حیوان کا لفظ عام ہے لیکن کافی نہیں ہے ناطق وہ لفظ ہے جس نے امتیاز پیدا کیا ہے اور ناطق کے بغیر تعریف مکمل نہیں بنتی۔ پس جب بھی علماء نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اوپر اس بات کا اضافہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرے تو یہ تسلیم کر لیا کہ یہ تعریف عام ہے اور محض اس سے کسی کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس میں یہ مزید اضافہ کیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار کرے تب وہ تعریف مکمل ہو گی۔ اب اس کی رُو سے ہم واپس لوٹ کر اس مثال کو پھر دیکھتے ہیں جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے یعنی حیوان ناطق۔ اگر کوئی یہ قانون بنے کہ انسان کے سوا کسی اور جاندار کو ایسی حرکتیں کرنے کا حق نہیں جو اس کو انسان سے مشابہ قرار دیتی ہوں تو ہر حیوان جو انسان کے ساتھ بہت سی قدر مشترک رکھتا ہے اور انسان کی تعریف میں سے تعریف کا بھاری حصہ ہر دوسرے حیوان پر بھی صادق آتا ہے، اس کو ایسی حرکتوں سے روکا نہیں جا سکتا جو انسان کے ساتھ مشترک ہیں۔ کیونکہ تفریق کرنے والی علامت ناطق ہے۔ پھر اگر ایسا قانون بنایا جائے کہ جو شخص انسان کے مشابہ حرکات کرے، اس میں ہر حیوان کو یہ حق مل جائے گا کہ وہ حیوانیت کی قدر مشترک میں بے شک جتنا چاہے انسان بنے لیکن نطق اختیار نہ کرے۔ اگر اس کی سزا میں پھانسی ملتی ہو تو صرف طوطے ذبح کئے جائیں گے یا پھانسی پر چڑھائے جائیں گے۔ اُن کے متعلق الزام لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ناطق کی نقل کی اور اس نطق کی سزا میں ان کے اوپر یہ سزا لاگو ہونی چاہیئے۔ بعینہٖ یہی صورت حال ان کی اسلام کی نئی تعریف پہ صادق آ رہی ہے۔ جب انہوں نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اپنی ذات میں کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہا کہ یہ جانتے تھے اور آج بھی جانتے ہیں کہ تمام احمدی اس بات پہ ایمان رکھتے ہیں اور کلمہ شہادت ان کے دین کا بنیادی جزو ہے۔ اُن کو خارج کرنے کے لئے جب انہوں نے اس کو تعریف کا عام حصہ قرار دے دیا اور اس پہ امتیازی یہ شرط لگا دی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار بھی کرے تو اس عمومیت کو اسلام کی نمائندگی قرار دینے کا اُن کو حق ہی باقی نہیں رہتا رہا۔ یہ محض حیوان بننا کسی جانور کو ہرگز اس بات کا سزاوار نہیں ٹھہراتا کہ وہ گویا انسان بن رہا ہے۔ جب تک تعریف کا دوسرا حصہ یعنی ناطق اس پر اطلاق نہ کرے یا وہ ناطق پر عمل کرنے کی کوشش نہ کرے، اس وقت تک کسی حیوان پر یہ الزام نہیں آ سکتا۔ پس اگر کلمہ طیبہ کافی ہے تو پھر احمدی ویسے ہی مسلمان بن جاتا ہے اور اس کو باہر نہیں نکال سکتے۔ جب ناکافی سمجھتے ہیں تو فی ذاتہٖ کلمہ طیبہ اسلام کی علامت نہیں رہتا جب تک دوسری شرط کے ساتھ اس کو گانٹھا نہ جائے۔ پس اب قانونی شکل یہ بنتی ہے کہ جو بھی احمدی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے ہیں، اُن کے اوپر قانون ہرگز یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ تم نے مسلمان بننے کی کوشش کی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کی تعریف بتاؤ۔ کس طرح مسلمان بننے کی کوشش کی ہے؟ وہ جب تعریف کریں گے تو کہیں گے اس طرح کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہ ایمان لانا اور مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرنا مسلمان بناتا ہے۔ تو ایک احمدی جواب دے گا کہ میں نے تو ہرگز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے تمہاری تعریف مجھ پر صادق ہی نہیں آتی اور میں تمہاری تعریف میں داخل نہیں ہوا۔ تمہاری تعریف کی رُو سے مجھ پہ مسلمان بننے کا جرم اس وقت تک عائد نہیں ہو سکتا یا الزام عائد نہیں ہو سکتا جب تک میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا انکار نہ کروں پس جب تک میں وہ مسلمان نہ بنوں جو تمہاری تعریف کی رُو سے مسلمان کہلاتا ہے، اس وقت تک تمہارا کوئی قانون مجھے سزا نہیں دے سکتا۔ یہ ہے آخری اور بنیادی بات جس کے بعد اب جیسے کہا جاتا ہے کہ بال (BALL) ان کی کورٹ میں، دوسرے کی کورٹ میں پہنچ گیا۔ اب ان کا فرض ہے کہ ہمیں ثابت کر کے دکھائیں کہ کس طرح اس احمدی پہ مسلمان کی تعریف ثابت آتی ہے۔ جو صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اور محمد رسول اللہ کہے اور یہ کہنے کے جرم میں یہ حکم اس پر لگ جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنے آپ کو مسلمان بتایا، مسلمان ظاہر کیا پس جب تک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور آپ کی صداقت کا اقرار کرتا چلا جاتا ہے، ان کے بنائے ہوئے قوانین کی زد سے باہر رہتا ہے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو ان میں شامل ہو جاتا ہے۔ سزا پھر بھی اس کو نہیں مل سکتی دیکھیں! انسانی بنائے ہوئے یہ قوانین کتنے بے معنی اور ناکارہ اور بے حقیقت ہوا کرتے ہیں۔ سازشوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ محض دشمنیوں اور بغضوں کے اظہار کا ذریعہ بنتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نفسانی ایسے محرکات ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں اکثر انسانی قوانین بنتے ہیں۔ اس لئے وہ کھوکھلے ہوتے ہیں۔ بودے ہوتے ہیں۔ بے معنی ہوتے ہیں۔ قانون وہی ہے جو خدا بنائے۔ اب انسانی قوانین کی حقیقت کسی نے دیکھنی ہو یا یہ دیکھنا ہو کہ کیسے بے حقیقت قوانین ہوا کرتے ہیں تو پاکستان میں جو کچھ گذرا ہے وہ اس کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ ساری قوم نے مل کر ایک بنیادی دستور بنایا جسے ۷۳ء کا دستور کہا جاتا ہے، متفقہ طور پر۔ اس دستور میں ایک قانون یہ تھا کہ جو شخص بھی اس دستور پر حملہ کرے گا اور کسی طرح بھی اس دستور کی خلاف ورزی کرے گا وہ پھانسی کا سزاوار ہے اور سب سے بڑی بغاوت جو ملک کے خلاف کی جا سکتی ہے اس کا وہ سزاوار ٹھہریگا۔ یہ تھا دستور یہ تبر رکھ دیتا ہے اور جس دستور کی رُو سے وہ گردن زدنی ہے اسی دستور کو منسوخ کر دیتا ہے اور قوم بالکل بے اختیار ہو جاتی ہے اور ساری عدلیہ ملک کی، ساری عدلیہ تو نہیں مگر انصاف پرست جو منصفین تھے وہ تو احتجاج میں الگ ہو گئے۔ پیچھے ایسی عدلیہ جو عدلیہ پیدا ہوئی آج تک رہی وہ ساری عدلیہ بالکل بے بس اور بے حسی ہو گئی اور ایسے ظالم شخص کے متعلق کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکی جس نے وہ قانون منسوخ کیا جس نے اس کی جان منسوخ کی تھی اور جس نے اپنے قتل کے خلاف قانون منسوخ کر دیا، اس کے مقابل پر بالکل بے اختیار ہو کر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے آٹھویں ترمیم کے نام پر اکیلے

* وہ دستور اور اس دستور کی حفاظت کے لئے یہ شق رکھی گئی تھی۔ ایک شخص اٹھتا ہے وہ ساری

نے ایک آرڈیننس بنایا اور جبراً اس وقت کے ملکی نمائندگان پر وہ قانون بعد میں ٹھونس دیا اور ساری قوم مل کر اب اس ایک آدمی کے بنائے ہوئے قانون کو منسوخ نہیں کر سکی۔ یہ تو انسانی قوانین کا حال ہوا کرتا ہے۔ قانون وہی ہے جو خدا بنائے اور خدا کے بنائے ہوئے قانون کے سوا اور کوئی قانون دنیا میں درحقیقت پیروی کے لائق نہیں ہے۔ اسی حد تک ہم اس کی پیروی کرتے ہیں جس حد تک خدا کا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے اور خدا کے قانون میں ایسی شقیں بھی ہیں جس کی رُو سے بہت سے حالات میں ہمیں دنیا کے قوانین کو بھی ماننا پڑتا ہے خواہ وہ معقول ہوں یا غیر معقول ہوں۔ ہاں جہاں وہ خدا کے قانون سے ٹکرا جائیں وہاں ہم پر فرض نہیں رہتا کہ اس پر عمل کریں اور جہاں وہ واجبات سے ٹکرا جائے وہاں ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم ان قوانین کی پیروی کریں۔ پس یہ ہے خلاصہ اس ساری صورت حال کا۔ جتنا بھی انہوں نے زور لگایا۔ جیسے جیسے بھی قوانین بنائے اور احمدیوں پر تبر رکھنے کی کوشش کی۔ یہ ناکام ہو چکے ہیں کلیتہً اور ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھے، اس کے متعلق یہ الزام لگ ہی نہیں سکتا کہ تم مسلمان بن رہے ہو جب تک اگلی شق پوری نہ کرے جب اگلی شق پوری کرتا ہے تو ان کے قانون کی زد سے ویسے ہی نکل جاتا ہے۔ اس لئے بالکل حقیر اور بے معنی قانون ہے۔

آخر پر میں اس بارے میں ایک معاملے میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں گذشتہ ۲۰-۲۵ سال میں یا زیادہ عرصہ ہوا۔ ۵۳ء میں تو خاص طور پر یہ بات نمایاں ہوئی ہے تو اب تو ۳۶ اور ۲۵،۵ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ ۵۳ء سے شروع ہو کر یا ۵۲ء شروع ہو کر کہنا چاہیئے جب وہ تحریک نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے جس کے ذریعے جماعت احمدیہ کو طرح طرح کے الزامات کا نشانہ بنایا گیا اور بالآخر کوشش کی گئی کہ جماعت احمدیہ کو اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ اس تحریک سے لے کر اب تک مسلسل جو کوشش کی جارہی ہے، اس کے نتیجے میں ایک بات زیادہ واضح اور نمایاں ہوتی چلی جارہی ہے کہ متشدد علماء باوجود اس کے کہ ایک دوسرے سے شدید نفرت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے بنیادی باتوں میں اختلاف کرتے ہیں، اس بات میں ایکا کر چکے ہیں کہ ہم شریعت کے نام پر اس ملک میں حکومت کریں اور ہر ایک کی یہی خواہش ہے۔ ہر ایک نے یہ زور لگانے کی کوشش کی ہے۔ ہر ایک آج بھی زور لگا رہا ہے۔ کہ شریعت کے آپس میں ان کے اختلافات ہیں جو طے نہیں ہوتے اور ہر ایک ان میں سے چاہتا تو یہی ہے کہ شریعت کے نام پر× میرا کوئی رقیب اس ملک پر نافذ ہو جائے۔ نافذ کی بجائے کہنا چاہیئے "مسلط ہو جائے"۔ پس یہی جھگڑا چل رہا ہے جس طرح غالب نے کہا تھا کہ

رات کے وقت مے پیئے ساتھ رقیب کو لئے

آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں

رات کا وقت ہو مے پیئے ہوئے میرا دوست آرہا ہو۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس طرح آئے لیکن رقیب کو ساتھ لے کر آئے یہ نہیں، مجھے پسند یہ نہ ہو۔

اب یہ جب شریعت لاتے ہیں تو رقیب بھی ساتھ آجاتے ہیں اور اپنے بدمست رقیبوں کو یہ دیکھ نہیں سکتے۔ اب تک تو یہی روک رہی ہے لیکن اب بالعموم سُنّی علماء نے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ سُنّی شریعت جس کو وہ شریعت سمجھتے ہیں اس کو ملک میں ضرور نافذ کر دیا جائے پھر بعد میں ہم آپس میں لڑتے رہیں گے کہ کون سُنّی مولوی اس شریعت کی رُو سے مطلق العنان حاکم بنتا ہے یا کون نہیں بنتا یہ سازش یہاں تک پہنچ گئی ہے لیکن جو حصہ نہایت ہی خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ اس سازش کا ایک منفی اثر ساتھ کے وسیع ملک ہندوستان پر بھی پڑا اور جس طرح ایک مثبت پول یعنی POSITIVE POLE بجلی کا بنتا ہے، اس کے مقابل پر لازماً ایک نیگیٹو پول بھی بن جایا کرتا ہے۔ ایک مرکز اگر مثبت بنتا ہے تو خالی مثبت مرکز کوئی چیز نہیں۔ لازماً اس کے اثر میں اس کے عکس، اس کے پرتو کے طور پر ایک منفی نقطہ ضرور ظاہر ہوتا ہے جس کو ہم نیگیٹو پول کہتے ہیں سائنسی اصطلاح میں۔ تو ان باتوں کا اثر غیر مسلم دنیا پر لازماً پڑنا تھا اور سب سے زیادہ اثر طبعاً ہندوستان پر پڑنا تھا جو کہ بڑی مدت سے پاکستان کا رقیب چلا آرہا ہے چنانچہ ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے جہاں انہوں نے نفاذِ شریعت کے نام پر دراصل اپنی حکومت کو مسلط کرنے کی کوششیں کی ہیں، ہندو انتہا پسندوں کو بھی ایک نکتہ ہاتھ آگیا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر شریعت کے نفاذ کے ذریعے، یہ لوگ جن کو سیاست میں پوچھتا کوئی نہیں اور ووٹوں کے وقت کوئی گھاس بھی نہیں ڈالتا، پاکستان میں مذہبی متشدد اور انتہا پسند سیاست میں اوپر آسکتے ہیں تو ہم کیوں نہ آکر دیکھیں چنانچہ ہندوؤں کا وہ انتہا پسند ٹولہ جس کی پہلے سے کبھی ہندوستان کی سیاست میں کوئی حیثیت نہیں رہی، اس ردعمل کے طور پر اس طرح ابھرا ہے کہ انہوں نے بڑی شدت کے ساتھ منافرت کے ہتھیار اٹھا کر ہندو شریعت کے نفاذ کی مہم چلائی اور جس طرح جاہل عوام خواہ وہ کسی بھی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، ان باتوں کے فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہوا کرتے بلکہ ان کی نفرتوں کے مزاج سے جو شخص بھی کھیلنے لگ جائے نفرتوں کے رجحان سے کھیلنے لگ جائیں وہ تقویت پکڑ جاتا ہے تو ہندوستان میں بھی نفرت کی یہی ہولی کھیلی جانے لگی ہے۔ اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار ہے کہ اتنی بھاری تعداد میں ہندو انتہا پرست طبقہ سیاست کے افق پر ابھرا ہو چنانچہ پانچ سو کچھ کی اسمبلی میں ۸۲ انتہا پسند منتخب ہوئے ہیں اور یہ ابھی آغاز ہے تو اگر خدا نخواستہ وہاں یہ رجحان بڑھنا شروع ہو جائے جیسا کہ بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے، اور وہی حرکتیں جو پاکستان میں کی جارہی ہیں وہاں اور شدت سے اختیار کی جانے لگیں جیسا کہ بابری مسجد کا واقعہ ہے تو ہمارے لئے تو یہ انتہائی تکلیف کا موجب ہوگا کیونکہ درحقیقت مسلمانوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو سب سے زیادہ دکھ احمدی کو پہنچتا ہے اگر اس کو دکھ نہیں پہنچتا تو وہ سچا احمدی نہیں ہے میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا ایک ایسے احمدی کا جس کو دنیا میں کہیں بھی مسلمان کے دکھ سے راحت پہنچتی ہو۔ مجھے یاد ہے جب ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کئے جارہے تھے تقسیم کے وقت تو سب سے زیادہ شدت کے ساتھ ان مظالم کے خلاف جو عالمی مہم چلائی ہے۔ وہ حضرت مصلح موعودؓ نے چلائی ہے۔ اور تمام مبلغین جو دنیا میں کہیں بھی تھے یا اگر کہیں مبلغین نہیں تھے اور احمدی بستے تھے تو ان سب کو حضرت مصلح موعودؓ نے ہدایات جاری فرمائیں اور اس کثرت سے ہندوستان کی حکومت پر دباؤ ڈالے گئے اور مسلمانوں پر مظالم کی داستانیں شائع کروائی گئیں اور تمام دنیا کے بسنے والوں کو اس سے مطلع کیا گیا کہ اس کے مقابل پر ہزارواں حصہ بھی پاکستان کی حکومت نے نہیں کیا۔ اس لئے میں آپ کو یہ تاریخ یاد دلا رہا ہوں اور خصوصیت سے اس سارے پس منظر میں آپ کو یہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان ظلموں کے نتیجے میں جو آپ پر ہوتے رہے آپ اپنے دل کو ٹیڑھا نہ ہونے دیں۔ اپنے دل کو غلط طور پر انتقام پرست نہ بنائیں۔ اپنی اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں۔ امت مسلمہ سے جو سچی محبت احمدی کو ہونی چاہیئے، اس سچی محبت پر آنچ نہ آنے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کو ہمیشہ مطمح نظر بنائے رکھیں اور حرزِ جان بنائے رکھیں ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار

کآخر کنند دعویٔ حبِ پیمبرم

کہ اے میرے دل تو ہمیشہ اس بات کو نگاہ میں رکھنا کہ آخر یہ لوگ جو تیرے دشمن ہیں وہ تیرے آقا، تیرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں۔

پس دنیا کے کونے کونے میں جہاں بھی مسلمان بستا ہے خواہ وہ آپ

×: میں نافذ ہو جاؤں لیکن ساتھ ہی یہ پسند نہیں کرتا کہ شریعت کے نام پر

نام پر میں اس ملک پر حاکم ہو جاؤں لیکن ایسا نہیں ہو سکا تو اصل غرض یہ ہو چکی کہ

سے دشمنی میں انتہا ہی کیوں نہ ہو اگر وہ آپ کے محبوب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کا دعویدار ہے تو یہی بات اس کے لئے کافی ہے کہ آپ اُس کے لئے دعائیں کریں اور اُس کے دکھ میں شریک ہو جائیں اُس کی خوشی سے خوش ہوں۔ اُس کے غم سے مغموم ہو جایا کریں۔

پس ہندوستان کے افق پر جو خطرات اُبھر رہے ہیں ہر چند کہ وہ اُن ظالموں کے کردار کی ایک تصویر ہے جو وہ پاکستان پر بنا رہے ہیں۔ اس کے باوجود ان ابھرتے ہوئے خطرات کے نتیجے میں اگر عالم اسلام کو کوئی نقصان پہنچا تو سب سے زیادہ اس کا دکھ احمدی کو ہونا چاہیئے۔ اور ابھی سے اس کے خلاف اُس کو تیاری کرنی چاہیئے۔ ابھی سے اس کے خلاف رائے عامہ کو تیار کرنا چاہیئے۔ پس جہاں آپ دنیا کی رائے عامہ کو یہ بتاتے ہیں کہ پاکستان میں ان ظالموں نے آپ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ وہاں آپ کا یہ بھی فرض ہے کہ دنیا کی رائے عامہ کو بتائیں کہ اب یہی بدبختیاں ہندوستان میں بھی ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اور دس کروڑ مسلمانوں کی عزت اور جانیں خطرے میں ہیں۔ اور اگر ظاہر ہوئے ہیں اور بہت ہی مظالم مقدس ناموں پر انسانوں پر کیئے گئے ہیں، اس سے بہت بڑھ کر دردناک مظالم اُس سے بہت بڑھ کر سفاکی کے ساتھ اور بہیمانہ رویے کے ساتھ پاکستان کے ہمسایہ ملک میں مسلمانوں پر توڑے جانے کا خطرہ درپیش ہے اور یہ خطرہ ایک فرضی خطرہ نہیں ایک بہت بڑا حقیقی خطرہ بن چکا ہے۔ اس لئے تمام دنیا کی رائے عامہ کو جماعت احمدیہ کو بیدار کرنا چاہیئے اور صرف پاکستان ہی پر نہیں، ہندوستان پر بھی یہ دباؤ ڈالنا چاہیئے کہ وہ ایسی تحریکات کو اپنے ہندوستان کے مفاد میں اور دنیا کے مجموعی مفاد میں یعنی اپنے ملکی مفاد میں اور دنیا کے مجموعی مفاد میں کلیۃً کچل کر رکھ دیں اور ہندوستان پر یہ داغ نہ لگنے دیں کہ یہاں سیاست کے نام پر ایسی قوم ابھری ہے جو خدا کا نام لے کر خدا کے بندوں پر شدید ظلم توڑنے کی تیاری کر رہی ہے

اس ضمن میں جو خبریں اب تک میرے علم میں آئی ہیں وہ بہت ہی خطرناک ہیں اور ایسی نہیں ہیں جن کو ایک احمدی نظر انداز کر دے مجھے ہندوستان کی بالغ نظر سیاست پر یہ توقع ہے یا ہندوستان کے بالغ نظر سیاستدانوں پر کہ وہ اس تحریک کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے مجھے توقع ہے کہ وہ پاکستان کی گذشتہ تاریخ سے سبق حاصل کریں گے اور پوری طرح اس بات کا زور لگائیں گے (اور) اس بات پر متفق ہو جائیں گے کہ ہندو فرقیت کے نام پر مسلمانوں پر ظلم توڑنے کی جو تحریک یا سازش جنم لے رہی ہے اس کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ اب تک ہندوستان کے سیاستدانوں نے جو ردعمل دکھایا ہے وہ نہایت معقول اور مبنی بر انصاف ہے۔ اور باوجود اس کے کہ موجودہ حکومت اقلیت میں ہے اور باوجود اس کے کہ اس حکومت کو شدید ضرورت تھی کہ ان ہندو انتہا پسندوں کو اپنے ساتھ شامل کرے اور اس کے لئے خطرہ تھا کہ اصولوں پر ان سے سودا کر لے لیکن یہ خوشکن بات بھی ہمارے سامنے آنی چاہیئے اور دنیا کے سامنے بھی یہ بات جانی چاہیئے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں خطرات سے اور غلط باتوں سے آگاہ کیا جائے وہاں اچھی باتوں کی تعریف کی جائے اور ان کو بھی ساتھ ہی شہرت دی جائے۔ موجودہ سیاستدان جو ہندوستان کی سیاست پر نئے انتخاب میں ابھرے ہیں ان میں سے اکثریت نے اس سازش کا حصہ بننے سے انکار کر دیا اور باوجود اس کے کہ شدید دباؤ تھا موجودہ حکومت پر انہوں نے کھلم کھلا ان انتہا پسند ہندوؤں کو کہہ دیا ہے کہ ہم اصولوں میں تم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ ایک نیا الیکشن ہو تو جب میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کے ان حالات سے دنیا کو باخبر کریں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ جہالت کیساتھ کریں۔ اور آپ بھی ایک انتقامی کارروائی کا حصہ بن جائیں۔ میرا مطلب ہے ان حالات کو دنیا کے سامنے صداقت کے ساتھ رکھیں۔ کھول کر صاف صاف بیان کریں۔ ان کو بتائیں کہ خدا کے فضل کے ساتھ سردست ہندوستان کی سیاست میں یہ بالغ نظری موجود ہے۔ یہ شرافت موجود ہے کہ انہوں نے باوجود شدید دباؤ کے ان انتہا پسندوں کے ساتھ اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا لیکن اگر **پاکستان میں ایسی تحریکات بڑھیں تو نفسیاتی لحاظ سے** ہندوستان میں ایسی فضاء قائم ہونا ضروری ہے جس کے نتیجے میں آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں یہ انتہا پسند غالب آنا شروع ہو جائیں گے اور اگر یہ اتنا غالب آ گئے اور اگر خدانخواستہ اس وقت تک کوئی بد دیانت یا ضمیر فروش سیاستدان خواہ ان سے تعلق نہ بھی رکھتے ہوں وہ سیاست میں ابھرے اور اپنی حکومت کی خاطر ان سے سمجھوتوں پر آمادہ ہو گئے تو پھر ہندوستان میں نہایت خطرناک حالات ظاہر ہوں گے۔ دس یا گیارہ یا بارہ مسجدوں کے منہدم ہونے کا سوال نہیں رہے گا۔ پھر خطرہ ہے کہ لاکھوں، کروڑوں مسجدیں منہدم کی جائیں پھر دو چار یا سو کو زبردستی مرتد بنانے کا سوال نہیں رہے گا۔ پھر کروڑوں کی تعداد میں وہاں مسلمانوں کو مرتد بنایا جائے گا۔ گلی گلی میں قصبے قصبے میں شہر شہر میں، صوبے صوبے میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے گی۔ یہ وہ خطرات ہیں جو نہایت خطرناک صورت میں ہندوستان کے افق پر مجھے ابھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ ان کو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، صداقت پر قائم رہتے ہوئے، انتقامی جذبات سے پاک ہو کر صاف صورت میں نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کریں اور رائے عامہ کو اس کے خلاف آمادہ کریں۔ اور ہندوستان کے احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ سمجھدار سیاستدان سے رابطے پیدا کر کے اُن کو وہاں اپنے ملک میں ان باتوں سے آگاہ کریں۔ غالباً وہ آگاہ ہیں لیکن مزید وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ آج تمہارے ملک کی وفا کا تقاضا یہ ہے کہ تم انتہا پسندوں کو یہاں ابھرنے نہ دو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اسلام کے خلاف جہاں بھی دنیا میں کوئی خطرہ درپیش ہو، اس کے دفاع میں ہم ہمیشہ سب سے اوّل صف میں سب سے نمایاں، سب سے زیادہ خلوص کے ساتھ ہمیشہ سینہ سپر رہیں۔

جلسہ صد سالہ جشن تشکر لجنہ اماء اللہ صوبہ بنگال

مورخہ ۱۸ ۳ کو صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں صوبہ بنگال کا زیر صدارت محترمہ نعیمہ طاہرہ صاحبہ بمقام بانسرہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ الحمد للہ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ عہد دہرانے کے بعد محترمہ نائب صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کلکتہ نے مرکز سے آمدہ خط پڑھ کر سنایا۔ اور پھر محترمہ امینہ فرحت صاحبہ نے اس خط کا بنگالہ ترجمہ کر کے سنایا۔ بعدہ مقابلہ جات تلاوت قرآن مجید، نظم خوانی اور تقاریر لجنہ و ناصرات ہوئے۔ ججز کے فرائض محترمہ نور جہاں بیگم صاحبہ۔ محترمہ بشارت جہاں بیگم صاحبہ۔ محترمہ امینہ فرحت صاحبہ۔ محترمہ زینت بی بی صاحبہ۔ محترمہ نعیمہ طاہرہ صاحبہ نے سرانجام دیئے۔ علمی مقابلہ جات کے بعد ورزشی مقابلہ جات لجنہ و ناصرات کئے گئے۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والی ممبرات کو انعامات تقسیم کئے گئے۔

اس جلسہ میں بانسرہ اور کلکتہ کے علاوہ صوبہ بنگال کی دوسری جماعتوں سے بھی ممبرات نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں غیر از جماعت خواتین بھی اس جلسہ میں شریک ہوئیں۔ دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے بہترین نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین!

(طالب دعا نعیمہ طاہرہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کلکتہ)

وفات :- مکرم قمر الدین صاحب ہلوی درویش قادیان، مورخہ ۱۹ کو اچانک وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اسی طرح مکرم حاجی افتخار احمد صاحب درویش قادیان مورخہ ۱۹ کو کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب گورنر صاحب تامل ناڈو کی خدمت میں

قرآن مجید (انگریزی) و اسلامی لٹریچر کی پیشکش

از مکرم مولانا محمد عمر صاحب فاضل مبلغ انچارج مدراس.

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ مدراس کو ہمیشہ یہ شرف حاصل ہوتا رہا ہے کہ جب بھی تامل ناڈو میں نئے گورنر کا تقرر ہوتا ہے اُن سے ملاقات کر کے قرآن مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر کی پیشکش کرے اور اسلامی تعلیمات پیش کرے۔

چنانچہ جب محترم سردار سر جیت سنگھ صاحب برنالہ کا تامل ناڈو میں بطور گورنر تقرر ہوا۔ تو اُن کی خدمت میں جماعت احمدیہ مدراس نے درخواست کی کہ جماعت کے ایک وفد کی ملاقات کے لئے کوئی وقت مقرر کیا جائے۔ اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے انہوں نے مورخہ ۲۶ ر جون ۹۰ء بروز منگل صبح ۱۱ بجے کا وقت مقرر کر کے ہمیں اطلاع دی۔

اس اطلاع کے مطابق مکرم خلیل احمد صاحب صدر جماعت، مکرم محمد کریم اللہ صاحب زعیم، مکرم محمد انور صاحب، مکرم محمد احمد اللہ صاحب اور خاکسار پر مشتمل ایک وفد نے قرآن مجید انگریزی ترجمہ اور مندرجہ ذیل گورمکھی لٹریچر گورنر صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔

۱۔ قرآن مجید کی منتخبہ آیات (۲) منتخب احادیث (۳) منتخبہ اقتباسات از کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۴) پیغام صلح (۵) پرکشہ بشارکا گورو (۶) جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ آنجناب نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا

جناب گورنر صاحب کی خدمت میں تامل ناڈو کے گورنر مقرر ہونے پر جماعت کی طرف سے مبارکبادی پیش کرنے کے بعد بتایا کہ ہمیں پنجاب سے ایک قلبی تعلق ہے کہ اس زمانہ کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ولادت وہاں ہوئی تھی اور ساری عمر آپ نے پنجاب میں ہی گذاری اور ساری دنیا کے احمدیوں کا دینی و روحانی مرکز قادیان پنجاب میں ہے۔

اس وقت گورنر صاحب نے بتایا کہ قادیان سے میں خوب واقف ہوں۔ وہاں میرے بہت سارے دوست ہیں اور کئی احمدی مسلمانوں سے بھی میری واقفیت ہے۔

اس پر ہم نے جماعت احمدیہ کی قومی یکجہتی اور بین الاقوامی رواداری اور باہمی پیار و محبت کے قیام کے لئے عالمگیر سرگرمیوں کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ میں اس بات سے خوب واقف ہوں۔ لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ لوگ آپس میں پیار و محبت اور یکجہتی کے ساتھ رہیں۔ نیز انہوں نے بتایا کہ میں اس بات سے بھی اچھی طرح واقف ہوں کہ پاکستان میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے ان کی بہت مخالفت ہو رہی ہے

اس کے مقابل پر آپ لوگ ساری دنیا میں امن اور شانتی کے لئے کوشاں ہیں اس کے ساتھ ہی گورنر صاحب نے جنوبی ہندوستان میں مختلف اقوام اور اہل مذاہب کے مابین جو رواداری اور بھائی چارگی کی فضاء قائم ہے اس کا بھی ذکر کیا۔

اس وقت ہم نے اسکی تائید کرتے ہوئے بتایا کہ جماعت احمدیہ مدراس بھی اس فضاء کو قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ ہم ہر سال پیشوایان مذاہب کے جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ جن میں شمولیت اور تقریر کے لئے ہندو مسلم سکھ عیسائی معززین کو بُلاتے ہیں اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اس وقت اس کی بہت ضرورت ہے۔ نیز انہوں نے ہماری درخواست قبول فرماتے ہوئے وعدہ کیا کہ ۱۵ اگست کے بعد جب بھی آپ لوگ اس جلسہ کا اہتمام کریں گے تو میں حاضر ہوں گا۔

یہ ملاقات جو ۲۰ منٹ تک جاری رہی نہایت خلوص اور محبت و احترام کے جذبہ سے معمور تھی اُس وقت ایک دو گروپ فوٹوز لئے گئے اور اراکین وفد کی چائے و بسکٹ سے بھی تواضع کی گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملاقات کے بہترین نتائج پیدا فرمائے آمین

بقیہ سید شہاب الدین آف سونگڑہ صفحہ ۱

بیٹھے تھے آخری عمر میں خود اپنے اندرون خانہ کے ظلم کا شکار ہوگئے۔ بیوی کو طلاق دے دی۔ خود عملی طور پر گھر چھوڑ کر کٹک میں جا بیٹھے۔ ایسی حالت میں والد مرحوم (یعنی اُن کے چھوٹے بھائی) کو اُن کا یہ حال اچھا نہیں لگا۔ اور خود کٹک جا کر انہیں پھُسلا کر اس وعدہ کے ساتھ لائے کہ وہ انہیں خود اپنے گھر میں رکھیں گے اور خدمت کریں گے بیچارے ہر طرح سے مجبور اور محتاج ہو گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ شہاب الدین اس مقدس ذات کا امتی تھا۔ جس کی نسبت بجا طور پر کہا گیا ہے کہ۔ ؎

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

والد صاحب کو یہ توفیق ملی کہ آخر وقت تک ان کی خدمت کریں چنانچہ صدیق صاحب کی وفات جب قریب ہوگئی تو غیر احمدیوں نے خوش کر لیا کہ لوگ غلط فہمی سے صدیق صاحب کو احمدیت پر فوت ہونا یقین نہ کرلیں، اس لئے انہیں اُٹھا کر لے گئے اور چند دنوں میں اُن کی وفات ہوگئی۔ اور جہاں تک باقیات الصالحات اولاد کے ذریعہ دونوں بھائیوں (سید شہاب الدین احمدی) اور دوسرے غیر احمدی برادران سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا تعلق ہے۔ اسے بیان کرنے میں حجاب محسوس کرتا ہوں۔

سونگڑہ کے رئیس المکذبین میں سے ایک شخص مولوی محمد اسمٰعیل صاحب[*] نے ایک مرتبہ والد مرحوم کو بلوا بھیجا اور بلا کر گالیاں دیں۔ اور احمدیت کے خلاف نفرت و حقارت کی غیر اسلامی حرکت کرنے لگا۔ بہرحال اسے والد مرحوم نے انتہائی صبر سے برداشت کیا۔ مگر اپنا وقار قائم رکھا حسن اتفاق سے اس واقعہ کے بعد والد مرحوم انہیں دنوں اپنے بھانجوں کے گھر سرلونیا گاؤں گئے۔ جو سونگڑہ سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر دور ہے۔ معلوم ہوا کہ اُن کے بھانجوں کے گھر قبول کر چکے ہیں والد مرحوم نے سمجھ لیا کہ اگر اُن کی موجودگی کا اُس مولوی کو علم ہو جائے تو شاید کھانا نہ کھائیں۔ تو والد صاحب ایک گھر میں اکیلے بیٹھے رہے اور جیسے مولوی صاحب نے کھانا شروع کیا تو والد صاحب اچانک آکر اُن کے قریب پہنچ گئے۔ اور مولوی صاحب والد مرحوم کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔ مگر تعجب ہوا کہ وہی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جو کل تک سونگڑہ میں احمدیوں کے گھر کا کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا ناجائز قرار دیتے تھے۔ آج خود احمدیوں کی دعوت کھا رہے ہیں۔ خیر اُن کا عمل اُن کے ساتھ اور ہمارا عمل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہونا چاہیئے تھا جو ہوا۔ [illegible] اخلاص اور وفا کی وجہ سے جماعت احمدیہ سونگڑہ میں ان کا محترم مقام تھا۔ اخلاص کی وجہ سے جماعتی عہدوں سیکرٹری مال۔ صدر وغیرہ کی حیثیت سے خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

والد مرحوم کی وفات ۶ جون ۱۹۹۰ء بوقت رات ۱۱ بجکر ۲۰ منٹ پر ہوئی اللہ تعالیٰ نے سب افراد خاندان کو اپنے اپنے طور پر بزرگ مرحوم کی خدمت کی توفیق دی۔ والدہ مرحومہ کی وفات قبل از ۱۹۸۰ء جولائی میں ہو چکی تھی۔ مرحوم موصی تھے اور اپنی زندگی میں حصہ جائیداد ادا کر چکے تھے۔ اپنے آبائی قبرستان محلہ کوسمبی میں اپنے والد بزرگ صحابی کے مقبرہ کے قریب دفن کئے گئے۔ حضرت امام مہدیؑ کے کپڑوں سے بادشاہ برکت ڈھونڈیں گے۔ چنانچہ برکت کا ایک ایسا ہی ٹکڑا والد مرحوم حاصل کر کے رکھے ہوئے تھے۔ جسے اُن کے کفن کے ساتھ شامل کر دیا گیا

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

[*] مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدیوں کی دعوت

قبول احمدیت میں ہماری داستاں یہ سبب ہے

سیّد شہاب الدین صاحب آف سونگڑہ کا ذکرِ خیر

از مکرم سید کمال الدین صاحب آف سونگڑہ

مکرم سید کمال الدین صاحب کے والد محترم سید شہاب الدین صاحب ۸۷ سال کی عمر میں ۶ر جون ۱۹۹۰ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف نے بغرض ایصال ثواب ۵۰/- روپے اعانت بدر میں ادا کرتے ہوئے مرحوم کے ذکرِ خیر پر مشتمل حالات بھجوائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو ——— ایڈیٹر

سونگڑہ کے اُن بارہ ۱۲ خوش نصیب صحابہ کرام میں سے حضرت مولوی سید نیاز الدین صاحب بھی تھے جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود مہدی علیہ السلام کی خدمت اقدس (قادیان) میں حاضر ہو کر بیعت کر کے صحابہؓ کے مقدس زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی میرے دادا جان حضرت مولوی سید نیاز الدین صاحب رضی اللہ عنہ ۱۹۰۱ء میں قادیان حاضر ہوئے حضرت اقدسؑ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر آپ اپنے وطن بامُراد ہو کر لوٹ آئے۔ اور یہ بھی ان کی ایک خوش بختی تھی کہ زمانہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام میں ہی وفات پائی۔ یعنی ۱۹۰۶ء میں۔ چنانچہ حضرت مولوی سید نیاز الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیویوں سے نو (۹) بیٹے اور چار (۴) بیٹیوں سے نوازا تھا۔ مگر صرف ۲ بیٹے اور ایک بیٹی ہی احمدی اولادیں رہیں۔ ایک بیٹی (جن کی شادی سید رسول بخش صاحب مرحوم آف میرو۔ نیا گاؤں سے ہوئی تھی) اور چھوٹے بیٹے یعنی قبلہ والد مرحوم سید شہاب الدین صاحب کی آگے خوب نسل چلی

سید شہاب الدین صاحب کی پیدائش ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ اپنی بیوہ والدہ کی نگرانی میں پرورش پائی۔ اور یہ والدہ جو احمدی تھیں اپنے اس بیٹے سے اخیر دم تک خوش رہیں۔ اور باوجود اور بیٹوں کے موجود ہونے کے صرف انہیں کی خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتیں۔ چنانچہ والدہ کی دعائیں آخر دم تک حاصل کرتے رہے۔

ابتدائی عمر میں تلاش روزگار کے لئے کلکتہ چلے گئے اور وہاں ایک معمولی ملازمت مل گئی۔ اس دوران حضرت چودہری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ؛ حکومت ہند کے کوئی وزیر یا اعلیٰ افسر تھے اور کلکتہ آئے ہوئے تھے۔ چونکہ والد صاحب کلکتہ کے فعال احمدیوں میں سے تھے۔ اس لئے احمدی افراد پر مشتمل ایک وفد حضرت چودھری صاحبؓ سے ملاقات کے لئے اُن کی قیام گاہ پر پہنچا اس وفد میں آپ بھی شامل تھے۔ والد صاحب بیان کرتے تھے کہ ہم سب کا لباس عموماً بالکل معمولی سا تھا۔ جنہیں دیکھ کر دربان ہچکچایا۔ مگر جب اندر خبر دی گئی کہ کچھ احمدی لوگ آئے ہیں تو فوری منظوری مل گئی۔ اور ہمارا واجبی اعزاز کیا گیا۔ اور حضرت چودھری صاحبؓ کے اخلاق فاضلہ سے بذات خود استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ اس واقعہ کو بہت ہی مسرور ہو کر بیان کیا کرتے تھے۔ اس دوران (قبلہ والد مرحوم) آسام بھی گئے تھے۔ ایک مشہور و معروف ہوٹل میں داخل ہوئے تو وہاں اردگرد اخبار الفضل کے شمارے دیکھے۔ ہوٹل کے مالک سے اس نسبت سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس ہوٹل کے مالک احمدی ہیں اور پھر اپنی احمدیت کا ذکر کیا تو ہوٹل کے احمدی مالک بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میں یہاں اکیلا احمدی ہوں اور آپ پہلے احمدی ہیں جو یہاں میرے ہوٹل میں تشریف لائے ہیں۔ بہرحال احمدیت کی وجہ سے قبلہ والد مرحوم کی بہت عزت افزائی ہوئی اور والد صاحب خود بھی متاثر ہوتے اور دوسروں کو بھی متاثر کرتے تھے۔

والد مرحوم کی شادی غیر احمدی خاندان میں ہوئی تھی اور خود ان کے اپنے جدی رشتے دار اکثر غیر احمدی تھے۔ اس کی وجہ سے مختلف طریقوں سے آپ کو بعض احمدیت کی خاطر تنگ کیا جاتا تھا۔ سینکڑوں واقعات میں سے صرف دو واقعات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ جب آپ گھر سے باہر تھے۔ بیوی کے رشتہ داروں نے بیوی اور دو بچیوں کو پالکی میں بٹھا کر اپنے گھر لے گئے اور اپنے خیال میں ان کو احمدیت سے منحرف کروالیا۔ اور وہاں سے بیوی کی طرف سے والد مرحوم کو پیغام بھجوایا کہ نعوذ باللہ وہ قادیانیت سے تائب ہو گئے ہیں۔ اور اب تم بھی تائب ہو جاؤ۔ ورنہ ہم نہیں جائیں گے۔ اور اس مفسدانہ حرکت کی پشت پناہی چند شر پسند عناصر کر رہے تھے۔ مگر جب والد صاحب مرحوم کو یہ پیغام ملا تو اُس کو ٹھکرا دیا اور بیوی بچوں کے چھٹ جانے کی پرواہ نہیں کی چنانچہ آپ کے ایمان کی مضبوطی کے بالمقابل وہ سب شکست کھا گئے اور بیوی اور بچے ایمان کی سلامتی کے ساتھ واپس گھر آ گئے اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے بلکہ مسلسل تشدد کے پے در پے واقعات اپنے جدی رشتہ داروں کی طرف سے ہوتے رہے۔ اُن میں سرِ فہرست خود مرحوم کے اپنے بڑے بھائی صدیق صاحب تھے محض احمدیت کی خاطر ظلم کر کے ہمارے گھر پتھر گوبر اور ہڈیاں وغیرہ پھینکی جاتیں۔ جنہیں ہمارے گھر کے بچے صبح کے وقت اکٹھا کر کے رکھتے۔ مکان میں کھنے جلانے سبزہ کا جلنا غرض ہر ممکن طرح سے گھٹ گھٹ کر مروانے کی کوشش کرتے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ ہے

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اس کے مطابق خدا تعالیٰ ان تکالیف کے بالمقابل آرام کا انتظام کر دیتا چنانچہ خاکسار کی بڑی بہن صاحبہ کا بیان ہے کہ جب میں طفل شیر خوار تھا اور دودھ کو جبراً روکا گیا تھا تو ایک رحمدل غیر احمدی مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ رات کو چھپ کر اور کئی بہانوں سے دودھ لا کر پہنچا دیتے اور ایک ہندو امانت دار (دگر نیاں نام) کے دل میں اللہ تعالیٰ نے محبت دی جن کے پاس والد صاحب مرحوم اپنے اناج (دھان وغیرہ) امانت رکھوا دیتے اور قیمتی زیورات بھی جسے وہ پوری امانت داری سے حفاظت سے رکھتے اور ضرورت کے مطابق چاول بنا کر گھر میں پہنچا دیتے اس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بالمقابل شر پسندوں کے مکر دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ اس سلسلے میں میری بڑی بہن کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بچپنے میں ظلم کرنے والوں کے متعلق اپنے اس خیال کا اظہار والد صاحب سے اس طرح کر دیا کہ اُن کے ظلم کا دفاع اُسی طرح سے بدلہ لے کر کروں گا مگر۔ قبلہ والد صاحب نے مجھے صبر کی تلقین کی اور یہ کہا کہ تم صبر کرو اور یہ ظلم کرنے والے جس جگہ (جائیداد) میں، قائم ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب تمہارا ہو جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے اس کے اس بندہ سید شہاب الدین کی بات کو آسمان میں قبول کر لیا اور جو آسمان میں قبول ہو جائے اسے زمین کہاں روک سکتی ہے چنانچہ عین والد صاحب کی وفات کے وقت وہ سب جائیداد اُن کے بیٹے (یعنی عاجز) کے نام ہو چکی تھی پھر صبر و رضا کے پیکر کو اللہ تعالیٰ نے SWEET REVENGE لینے کی بھی توفیق دی جو ایک احمدی مسلمان کا طرہ امتیاز ہے۔ ہوا یوں کہ صدیق صاحب، جو والد صاحب کے بڑے بھائی اور ظلم کرنے والوں میں

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۹ کالم ۱-۲ پر)

جماعت احمدیہ کیرنگ کا چھبیسواں (۲۶) دو روزہ جلسہ سالانہ

علماء کرام اور علاقہ کے ممتاز سیاسی و غیر سیاسی رہنماؤں کی شرکت

رپورٹ مرتبہ مکرم مولوی سید آفتاب احمد صاحب نیر مبلغ سلسلہ احمدیہ کیرنگ (اڑیسہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کیرنگ اڑیسہ ہندوستان کی جماعت ہائے احمدیہ میں سے سب سے بڑی اور پرانی مخلص جماعت ہے جس کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ۱۹۰۷ء میں ہوا تھا۔ جماعت کی وسعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں تین مساجد ہیں باوجود یہی جماعت ہونے کے احباب جماعت میں بے انتہا اخلاص ایثار و فدائیت کا جذبہ موجزن ہے۔

جماعت احمدیہ کیرنگ بفضلہ تعالیٰ پچیس (۲۵) سال سے اپنا مقامی جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے جن میں مرکزی علماء کرام اور جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے معزز ذی علم احباب کے علاوہ معززین اڑیسہ کو مدعو کرتی رہی ہے اور اس طرح تبلیغ احمدیت کے مواقع فراہم کرتی رہی ہے۔ اپنی گذشتہ روایات کے مطابق امسال بھی جماعت احمدیہ کیرنگ نے ۱۹، ۲۰ مئی کی تاریخوں میں چھبیسواں جلسہ سالانہ کیرنگ کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ اس کے جملہ انتظامات کے لئے مکرم عبد المطلب خان صاحب صدر جماعت احمدیہ کیرنگ اور مکرم شیخ ابراہیم صاحب نائب صدر اول کیرنگ کی زیر نگرانی انتظامی کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ مفوضہ امور کو بخیر و احسن انجام دیا جا سکے۔

پوسٹرز، ہینڈ بلز اور اڑیسہ کے کثیر الاشاعت روزنامہ اخبارات سماج اور پرجاتنتر وغیرہ کے ذریعے جلسہ سالانہ کیرنگ کے انعقاد اور پروگرام کو خوب مشتہر کیا گیا جلسہ سالانہ کیرنگ میں شرکت کے لئے مکرم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی (ناظر)، مکرم مولانا سلطان احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ احمدیہ کلکتہ، مکرم ماسٹر مبشر (؟) علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ اور مکرم الحاج احمد توفیق چوہدری صاحب آف بنگلہ دیش جو ایک کامیاب و پرجوش داعی الی اللہ اور سحر البیان مقرر ہیں۔ تشریف لائے۔

اسی طرح مکرم مولانا حمید الدین صاحب شمس مبلغ حیدرآباد اور مکرم الحاج ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب اچانک راستہ کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔

پہلے روز کا پہلا اجلاس

مورخہ ۱۹ مئی بوقت نو بجے صبح زیر صدارت مکرم الحاج مولانا بشیر احمد دہلوی صاحب جلسہ سالانہ کیرنگ کے پہلے دن کے پہلے اجلاس کا پروگرام شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی شمس الحق صاحب معلم وقف جدید نے کی۔

پرچم کشائی

صدر اجلاس نے لوائے احمدیت لہرانے کی رسم ادا کی۔ اس موقعہ پر تمام حاضرین جو ہزار سے اوپر تھے زیر لب ربنا تقبل منا...... کی دعائیں پڑھتے رہے۔ جونہی لوائے احمدیت نہایت پُر وقار انداز میں فضاء میں لہرانے لگا تو فضاء نعرۂ تکبیر اور دیگر اسلامی نعروں سے گونج اٹھی۔

پرچم کشائی کے بعد مکرم خضر حیات صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام ؎

اے خدا اے کارساز و عیب.....

نہایت ہی خوش الحانی سے پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔

افتتاحی تقریر

اس جلسہ کی افتتاحی تقریر مکرم صدر اجلاس نے فرمائی جس میں موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ پر مخالفین اسلام کے مظالم اور پھر ان قربانیوں کے بعد اسلام کو جو عروج اور شیریں ثمرات حاصل ہوئے ان کا ذکر فرمایا اور پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے عروج کے بعد اسلام کے تنزل اور مسلمانوں اور مسلمان علماء کی دینی و اخلاقی زبوں حالی کا بالفاظ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجد ھم عامرۃ وھی خراب من الھدی وعلماء ھم شر من تحت ادیم السماء جو نقشہ کھینچا ہے بیان فرماتے ہوئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ذکر فرمایا اور آپؑ اور آپکی جماعت کے ساتھ مخالفین احمدیت نے جن فتنوں کا طوفان بے تمیزی بپا کر رکھا ہے اور پھر اس کے باوجود احمدیت کو جو ترقی حاصل ہو رہی ہے اور اس کے بالمقابل دشمنوں کی ہلاکت و تباہی و بربادی اور ناکامی جو ان کا مقدر بن چکی نقشہ کھینچتے ہوئے جماعت کو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی۔

دوسری تقریر مکرم الحاج احمد توفیق چوہدری صاحب آف بنگلہ دیش کی تھی۔ موصوف نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ ہم نے مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا اور جس طرح صحابہؓ نے اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے آپؐ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں تکالیف اور مظالم برداشت کئے اسی طرح آج ہم بھی برداشت کر رہے ہیں لیکن پیغام حق پہنچانے سے ہم باز نہیں آ رہے ہیں اسی طرح اپنے قبول احمدیت کا ایمان افروز واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہم کمزور ہیں، ظاہری تعداد اور وسائل و ذرائع کے اعتبار سے لیکن ایک قوی خدا ہمارے ساتھ ہے اس لئے ہمیں اتحاد و اتفاق اور بنیان مرصوص بن کر رہنا چاہیئے۔ تاکہ دشمن ہماری کمزوریوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس کے بعد ایک اڑیہ نظم مکرم شیخ چاند صاحب کی ہوئی۔ اور پھر اس پہلی نشست کی آخری تقریر مکرم مولوی فرزان احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے کی اور پھر صدر اجلاس کا اختتامی خطاب ہوا۔ اور اجلاس برخاست ہوا۔

دوسرا اجلاس

پانچ بجے شام سے پہلے دن کے جلسہ کی دوسری نشست کا آغاز زیر صدارت مکرم الحاج احمد توفیق چوہدری صاحب ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم جلیل احمد صاحب معلم وقف جدید نے کی اور نظم مکرم محمد قسیم خان صاحب نے پڑھی اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم مولانا سلطان احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ احمدیہ کلکتہ نے بعنوان "انبیاء کی بعثت کا مقصد توحید خالص کا قیام" ہوئی جس میں موصوف نے توحید خالص کے قیام میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی جانی و مالی قربانیوں کا ذکر فرماتے ہوئے جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا اور احباب جماعت کو دعوت الی اللہ کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

ڈاکٹر پرسن پاٹسانی

DR. PARSANNA PATSANI

ایم۔ ایل۔ اے خوردہ (اڑیسہ) اور صوبہ اڑیسہ کے مشہور و معروف اور ہر دلعزیز سیاسی رہنما ڈاکٹر پرسن پاٹسانی ایم ایل۔ اے خوردہ سب ڈویژن جماعت کی دعوت پر تشریف لائے ہوئے تھے محترم چوہدری صاحب موصوف نے ان کو ایڈریس پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہندوستان کی مقدس سرزمین میں بیان کرتے ہوئے بھارت کی خوبیوں کو سراہا۔

ایڈریس پیش کرنے کے بعد مکرم ڈاکٹر پرسن پاٹسانی صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اخوت محبت و مودت اور تعلق باللہ کو سراہتے ہوئے جماعت احمدیہ کی خدمات اور اس کے نتیجہ میں پاکستان میں جماعت احمدیہ کے ساتھ جو ظلم و تشدد روا رکھا جا رہا ہے افسوس کا اظہار کیا اور موصوف نے آخر میں یہ بھی کہا کہ جس قسم کی بھی تعاون کی ضرورت ہو ہم ہر وقت دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے بعد چونکہ ڈاکٹر صاحب نے واپس جانا تھا ان کی چائے سے تواضع کی گئی اور پھر

اپنے اگلے پروگراموں پر واپس تشریف لے گئے۔

اس اجلاس کی آخری تقریر صدر اجلاس مکرم الحاج احمد توفیق چودھری صاحب کی ہوئی جس میں موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کرشن* رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے ثابت کیا اور کرشن کے نام اور کرشن چکر وغیرہ کی تشریح دلچسپ پیرائے میں بیان فرمائی اور جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرے دن کا پہلا اجلاس

دوسرے اور آخری دن کے جلسہ کی پہلی نشست کا آغاز صبح ۱۰ بجے سے زیر صدارت مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی غلام ہادی صاحب معلم وقف جدید کیرنگ نے کی۔ بعدہ مکرم عبد اللہ بلال صاحب نے حضرت المصلح الموعودؓ کا منظوم کلام ؎

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم......

مترنم آواز میں پڑھا۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم مولوی فضل عمر صاحب مبلغ کی بعنوان:— "فیضان ختم نبوت" ہوئی اور دوسری تقریر مکرم سیف الرحمٰن صاحب سیکرٹری تبلیغ کیرنگ کی بعنوان "پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام" ہوئی اور تیسری تقریر خاکسار کی سیرت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر ہوئی۔

پروفیسر گیا نیشور (ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبہ انگریزی اتکل یونیورسٹی بھونیشور (اڑیسہ) کی تقریر):—

پروفیسر صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں بتایا کہ وہ پانچ سال تک لندن میں بھی رہے ہیں اور وہاں بھی جماعت احمدیہ کا نام سُنا تھا اور جب انہوں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو صرف اور صرف وہ اسلام ہے جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ "میں اپنے آپ کو احمدی سمجھتا ہوں بے شک ابھی میں نے بیعت نہیں کی لیکن یہ جماعت سچی ہے اور اس کے بانی سچے ہیں۔" اور پروفیسر صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ہندوستان میں اسلام ہرگز تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ہے بلکہ مسلمان صوفیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے فیضیاب ہوکر ہندوستان میں داخل ہوئے اور اسی کے ذریعے انہوں نے اس ملک میں اسلام کو پھیلایا جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب دلیش میں اسلام پھیلایا اور عظیم الشان روحانی و اخلاقی انقلاب پیدا کیا۔ پھر پاکستان میں متواتر مظالم جو احمدیوں پر کئے جا رہے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ حق پر ہے اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہے اسی لئے ان پر ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔ لیکن احمدیت ہی غالب آئے گی (انشاء اللہ۔ ناقل) صدارتی خطاب کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔

آخری اجلاس

جلسہ سالانہ کیرنگ کے چوتھے اور آخری اجلاس کی کارروائی زیر صدارت مکرم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی فرزان احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے کی۔ بعدہ مکرم شیخ چاند صاحب نے اردو نظم پڑھی۔ پہلی تقریر مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کی ہوئی جس میں مکرم امیر صاحب نے بنگال، آسام اور بھوٹان میں تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان علاقوں میں کثرت سے احمدیت کی طرف لوگوں کے رجحانات پیدا ہو رہے ہیں صرف ہمیں دعاؤں اور اپنی حقیر مساعی پر زور دینا چاہیئے۔

دوسری تقریر مکرم احسان الحق خان صاحب کی بعنوان "مرنے کے بعد کیا ہوگا یعنی اُخروی زندگی" ہوئی جس میں موصوف نے ہندو شاستروں سے ثابت کیا کہ اصل زندگی اُخروی زندگی ہے اور ہندو شاستروں میں نیک اعمال پر زور دیا ہے۔

تیسری تقریر مکرم الحاج احمد توفیق چودھری صاحب کی ہوئی جس میں موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی قربانیوں کا دلچسپ پیرائے میں ذکر فرمایا اور آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ فرمایا کہ ہمیں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنانا چاہیئے اور اسی میں ہماری اور دنیا کی فلاح و بہبودی مضمر ہے۔

بعدہ مکرم محمود خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منظوم کلام "پیغام آرہے ہیں ...." خوش الحانی سے پڑھا۔

آخری تقریر صدر اجلاس مکرم مولانا بشیر احمد دہلوی صاحب کی ہوئی۔ مولانا صاحب موصوف نے فرمایا کہ زمین و آسمان تو ٹل سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں جو وہ اپنے انبیاء کے ذریعے پیشگوئیوں کے رنگ میں کیا کرتا ہے نہیں ٹل سکتیں اور وہ ضرور پوری ہو کر رہتی ہیں۔ چنانچہ مختلف انبیاء اور خصوصاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو پیشگوئیاں کی گئیں تھیں وہ پوری ہوئیں۔ اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے غلبہ احمدیت کی جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ انشاء اللہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ خواہ دشمن کتنا ہی زور کیوں نہ لگائے اور روڑے اٹکائے مگر یہ خدا کی تقدیر ہے جو لازماً پوری ہو کر رہے گی۔

آخر میں خاکسار نے چند منٹ تک تمام معزز مہمان کرام اور معاونین وغیرہ کا شکریہ ادا کیا اور یہ چھبیسواں جلسہ سالانہ بفضلہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

سلسل ؟

اڑیسہ کے تین شہروں میں جماعت احمدیہ کیرنگ کے زیر اہتمام پیشوایان مذاہب کے نہایت کامیاب کانفرنسوں کا انعقاد، پریس کانفرنس

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کیرنگ کی طرف سے اڑیسہ کے تین شہر، خوردہ، نیاگڑہ اور جگناتھ پوری میں ۱۸، ۲۱ اور ۲۴ مئی کی تاریخوں میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کا شاندار انعقاد ہوا۔ پریس کانفرنس کا دلچسپ پروگرام ہوا۔ اور متعدد اخبارات کے نمائندوں نے شرکت کی۔

تشہیر:— مذکورہ بالا تینوں شہروں میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کے انعقاد کے متعلق اڑیسہ کے کثیر الاشاعت اخبار سماج اور سمباد وغیرہ میں خوب تشہیر کی گئی۔ اور پوسٹرز ہینڈ بلز اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بھی کثرت سے ان پروگراموں کی تشہیر ہوئی۔

خوردہ:— مورخہ ۱۸ مئی کو بوقت پانچ بجے شام خوردہ ہال میں جو بک کرا لیا گیا تھا۔ زیر صدارت مکرم ڈاکٹر ڈی۔ پی۔ داس پرنسپل پی۔ این کالج خوردہ جلسہ کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم شیخ عبد الرحمٰن صاحب کی ہوئی اور نظم مکرم روشن احمد خان صاحب نے خوش الحانی سے پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر شمس الحق صاحب نے جلسہ پیشوایان مذاہب کے انعقاد کی غرض و غایت احسن پیرائے میں بیان فرمائی اور بتایا کہ پیشوایان مذہب کا احترام بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود و مہدی معہودؑ نے فرمایا تھا۔ اور تقریباً سو سال سے جماعت احمدیہ امن و شانتی کے قیام اور مذہبی رواداری اور پیار و محبت کی فضا کو قائم کرنے کی غرض سے جلسہ پیشوایان مذاہب جہاں جہاں بھی یہ جماعت موجود ہے منعقد کرتی چلی آرہی ہے۔ اس کے بعد مکرم مولوی شمس الحق صاحب معلم وقف جدید کی تقریر بعنوان "قیام امن اور توحید باری تعالیٰ" پر ہوئی۔ جس میں موصوف نے بتایا کہ جب تک ایک خدا کو مان کر اس کے بتائے ہوئے صحیح راستے پر نہ چلا جائے امن و شانتی کا قیام نہیں ہو سکتا۔ دوسری تقریر مکرم پادری بر بیندہ کمار انچارج B.PTIST CHURCH کی ہوئی۔ جس میں پادری صاحب نے بتایا کہ دنیا میں امن و شانتی اور پیار و محبت کی فضا کو قائم کرنے کے لئے خود کو دکھ اور تکلیف میں ڈالنا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت یسوع مسیحؑ نے دنیا کو نجات دلانے کے لیئے اپنے آپ کو دکھ میں ڈالا اور صبر و تحمل کا نمونہ دکھایا۔

ان کے بعد پنڈت سُر جگت اوایا سائیں P.SURJUGAT AVAYA SHAIN کی تقریر ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیام امن کے لیئے تمام اہل مذاہب کو آپس میں اتحاد و اتفاق اور پیار و محبت سے رہتے ہوئے ایک دوسرے کے بزرگوں

---

* ہونا ازروئے بھگوت گیتا اور الہام بَیٹے کرشن

گوردوں اور قابل احترام چیزوں کی عزت کرنی چاہیئے۔

آخری تقریر مکرم مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی کی ہوئی جس میں آپ نے قرآن کریم اور وید کے حوالے سے بتایا کہ ایک خدا کی عبادت اور تمام مخلوق کے ساتھ پیار و محبت اور ان کی خدمت ہی ہر مذہب کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور اس کے ذریعے ہی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

اختتامی صدارتی خطاب میں صدر اجلاس نے جلسے کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہم جماعت احمدیہ کو اس پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی اسی قسم کے جلسے منعقد کرتی رہے گی۔ تاکہ ساری دنیا ہی امن کا گہوارہ بن جائے۔

آخیر میں خاکسار نے تمام سامعین کا شکریہ ادا کیا اور مکرم مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی نے اجتماعی دعا کرائی اور جلسہ برخاست ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔

جلسہ پیشوایان مذاہب نیاگڑھ

اس جلسے کے جملہ انتظامات مکرم مرزا امجد بیگ صاحب صدر جماعت احمدیہ مانیکا گوڑیہ (اڑیسہ) کی زیر نگرانی کئے گئے۔ مکرم صدر صاحب نے باحسن اس ذمہ داری کو نبھایا۔ مورخہ ۲۱ رمئی کو بوقت پانچ بجے شام ہائی سکول نیاگڑھ کے وسیع میدان میں نیاگڑھ کے معزز مشہور سینئر وکیل محترم اکورو مہا پترو (ACORO MAHA PATRO) کے زیر صدارت اس جلسے کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کا ترجمہ بزبان اڑیہ مکرم مولوی شمس الحق صاحب معلم وقف جدید نے سنایا اس کے بعد مکرم روشن احمد صاحب انجینئر نے مکرم مولوی سمام صاحب مرحوم کی اڑیہ نظم "آسو آسو بھائی" .. مترنم آواز میں پڑھی۔ مکرم سیف الرحمٰن صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کیرنگ نے انعقاد جلسہ کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ اور بتایا کہ اس وقت دنیا میں سیاسی اعتبار سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی ہر جگہ سے امن اٹھ چکا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ مختلف جگہوں میں اس قسم کے جلسے منعقد کر کے امن و شانتی قائم کرنا چاہتی ہے۔

پہلی تقریر مکرم مولوی شمس الحق صاحب کی بعنوان "توحید از روئے وید و قرآن" ہوئی۔

دوسری تقریر اڑیسہ کے مشہور وید سکالر پنڈت دھانیشور آچاریہ جو سناتن دھرم سے تعلق رکھتے ہیں کی ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اصل مذہب وہی ہے جو اعمال کی پاکیزگی سکھاتا ہے۔ اور نجات پانے کا سچا مارگ بتاتا ہے۔ اور قرآن کریم گیتا اور بائیبل میں جو تعلیم دی گئی ہے۔ اس پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے خصوصاً امن کے قیام کے تعلق سے جو تعلیم دی گئی ہے۔ اس کو مد نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

ان کے بعد مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کی تقریر ہوئی۔ آپ نے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کرایا اور مذاہب کی مشترکہ اخلاقی تعلیم پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی کہ آج جماعت احمدیہ اسی کوشش کر رہی ہے۔

ان کے بعد دو تقاریر مکرم الحاج احمد توفیق چودہری صاحب آف بنگلہ دیش اور مکرم الحاج مولانا بشیر احمد دہلوی صاحب کی ہوئی۔ دونوں مقررین حضرات نے اپنی اپنی تقریر میں مذہب کا صحیح تصور حضرت بانی جماعت احمدیہ کا موعود اقوام عالم ہونا اور حضرت کرشن کی دوبارہ آنے کی پیشگوئی ازروئے گیتا اور اس کا مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہونا بیان فرمایا۔

اس کے بعد صدارتی خطاب میں مکرم صدر جلسہ نے کہا کہ خدا ایک ہے اور اپنے آپ کو اس پر قربان کر دینا ہی دھرم ہے۔ اور اسی طرح آپ نے بت پوجا اور وسیلہ وغیرہ کا کھنڈن (تردید) کرتے ہوئے بتایا اسلام جو مارگ خدا تک پہنچنے کا بتاتا ہے وہی سچا مارگ ہے۔ آخیر میں انہوں نے کہا کہ یہ جلسہ نیاگڑھ میں پہلی مرتبہ ہو رہا ہے۔ اس قسم کا جلسہ بار بار ہونا چاہیئے۔ آخیر میں مکرم عبدالغفور صاحب نے شکریہ ادا کیا اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ پیشوایان مذاہب جگناتھ پوری

ہندوستان میں ہندو مذہب کے چار سب سے بڑے اور مقدس دھرم استھان ہیں جن میں سے ایک جگناتھ مندر بھی ہے۔ اس مندر کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی بعض تصانیف میں فرمایا ہے۔ ہندو شاستروں میں لکھا ہے کہ جب کلکی اوتار آئے گا تو جگناتھ مندر کے ایک حصے کا پتھر گر جائے گا۔ اور جگناتھ مندر کے گنبد پر گدھ بیٹھے گا۔ چنانچہ یہ بات بھی پوری ہو چکی ہے۔

بہر حال مورخہ ۲۴ رمئی کو پوری شہر کے مقام بڑادان شارع عام پر جو جگناتھ مندر کے بالکل قریب واقع ہے ایک خوبصورت پنڈال ہوایا گیا تھا۔ جلسے کے آغاز سے قبل D.S.P پوری اور پولیس انسپکٹر پوری شہر معائنہ کے لئے آئے۔ اور جلسہ گاہ کے سامنے جو عارضی دکانیں روزانہ لگا کرتی ہیں سب کو ہٹا دیا اور پولیس کی باضابطہ ڈیوٹی جلسے کے اختتام تک کے لئے لگا دی۔ اس جلسہ کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جلسہ کے پروگرام کے آغاز سے قبل ہی جلسہ گاہ میں اہل شہر کا اژدہام معلوم ہوتا تھا۔ یہ جلسہ زیر صدارت مکرم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی منعقد ہوا۔ اس جلسے کے پروگرام کا آغاز مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب مبلغ سلسلہ بھونیشور کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ نظم مکرم روشن احمد صاحب نے "آسو آسو بھائی" خوش الحانی سے پڑھی۔ اس کے بعد خاکسار نے جلسہ کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کی۔

اس جلسہ کی پہلی تقریر مکرم راما کانت پٹنایک (Rama Kant patnayak) ریٹائرڈ آئی ایس ڈیفنس ایڈوائزر گورنمنٹ آف انڈیا کی ہوئی۔ مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ دوران ملازمت میں سب سے پہلے میرٹھ لائبریری سے جماعت احمدیہ سے متعارف ہوئے۔ اس کے بعد دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کے دوران جہاں جہاں جماعت احمدیہ کے مشن قائم ہیں۔ وہاں جانے کا موقع ملا۔ اور جماعت احمدیہ کی تعلیم۔ اخلاق اور مساعی جمیلہ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ اور پھر پوری میں قیام کے دوران مکرم منور خاں صاحب وکیل ضلع عدالت پوری (جو جماعت احمدیہ کیرنگ کے مخلص فرد ہیں) سے رابطہ قائم کر کے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا گہرا مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جماعت سچی ہے اور اس کی تعلیم ضرورت زمانہ کے اعتبار سے مکمل اور قابل تقلید ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ موصوف نے ایک کتاب جو کافی ضخیم ہے اور جس کا نام صوفی سدھانت ہے لکھی ہے۔ اس کتاب میں تقریباً پچاس صفحات تک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف، آپ کی سچائی کے دلائل وغیرہ لکھے ہیں اور اس میں آپ کو ہندوستان کا خاتم الاعفیاء قرار دیا ہے۔ یہ کتاب بقول مقرر صاحب موصوف کے مختلف زبانوں میں شائع ہونے والی ہے۔

دوسری تقریر مکرم ہری ہر باہنی پتی (HARI HER BAHINI PATI) سابق ڈپٹی اسپیکر اڑیسہ اسمبلی کی ہوئی۔ موصوف نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ زمانے میں اگر اس جماعت کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو آج جو مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں اور ہر جگہ بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ باآسانی امن قائم ہو سکتا ہے۔

ان کے بعد مکرم الحاج احمد توفیق چودھری صاحب کی تقریر ہوئی جس میں موصوف نے اسلام و احمدیت کا تعارف کراتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض بیان کی۔ اور اسلام و ہندوازم میں موازنہ کرتے ہوئے حضرت کرشن کے کرامات و معجزات کی حقیقت دلچسپ پیرائے میں بیان کی۔ موصوف کی تقریر کا اثر اس قدر تھا کہ جلسہ گاہ بالکل بھرا ہونے کے باوجود بالکل خاموشی تھی اور عجیب و غریب کیفیت کا عالم تھا۔ اور تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ آخری تقریر صدر جلسہ کی ہوئی۔ صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں قرآن کریم وید و گیتا وغیرہ سے بعثت انبیاء ثابت کرتے ہوئے ان کے آنے کے مقاصد بیان کئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانے کا موعود اقوام عالم قرار دیا۔ اور ہندو مسلم اتحاد پر بھی روشنی ڈالی۔

آخیر میں مکرم منور خان صاحب نے شکریہ ادا کیا اور یہ جلسہ کامیابی (باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳

کے ساتھ ساڑھے دس بجے رات کو اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

پریس کانفرنس:۔ مورخہ ۲۵؍مئی کو سرکٹ ہاؤس پوری میں ایک پریس کانفرنس بلائی گئی جس میں آٹھ اخبارات کے نمائندوں اور ایک A.I.R. ریڈیو کے نمائندہ نے بھی شرکت کی۔ اس کے علاوہ پروفیسرز اور CIVIL OFFICERS نے بھی شرکت کی اور متعدد سوالات کئے۔ جن میں سے بعض سوالات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱)۔ پوری شہر میں پہلی مرتبہ اس قسم کے جلسہ کے انعقاد کی غرض کیا ہے؟

(۲)۔ احمدیت کی تعلیم عالمی امن وامان کے اعتبار سے کیا ہے؟

(۳)۔ مسئلہ کشمیر اور رام جنم بھومی و مسجد بابری کے متعلق ہندوستان کے احمدیوں کا نظریہ کیا ہے۔

یہ کانفرنس تقریباً چار گھنٹے تک جاری رہی پریس کانفرنس کے آخر میں ان نمائندوں نے کہا کہ آپ لوگ ہر سال یہ جلسہ منعقد کریں اور ہم بھرپور تعاون کریں گے۔

ایک غیر احمدی پروفیسر بھدرک کالج کا تاثر:۔ اثناء پریس کانفرنس ایک غیر احمدی پروفیسر نرم نول پوری NAVEL PURI جو بھدرک کالج میں پروفیسر ہیں کسی غرض سے پوری آئے ہوئے تھے سرکٹ ہاؤس تشریف لائے اور بعد میں ملاقات میں کہنے لگے کہ میں صرف آپ سب کو مبارکباد دینے آیا ہوں کہ آپ لوگوں نے یعنی جماعت احمدیہ نے اتنی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ ایک ہندو کے گڑھ میں عظیم الشان جلسہ کیا اور اسلام کا پیغام ان تک پہنچایا جبکہ دوسرے فرقہ ہائے اسلام کو آج تک یہ توفیق نہ ملی کہ وہ یہاں اسلام کا پیغام پہنچا سکے!

بک سٹال اور تقسیم لٹریچر:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تینوں شہروں میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب کے دوران بک سٹال BOOK STAL لگائے گئے اور کثرت سے فولڈرز اور لٹریچر تقسیم کئے گئے۔

پوری کے جلسہ اور پریس کانفرنس وغیرہ کے انتظامات میں مکرم منور احمد خان صاحب، مکرم عاصف علی صاحب نے پورا پورا تعاون کیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان تینوں جلسہ ہائے پیشوایانِ مذاہب کے خوشکن نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

کشمیر کے ایک M.B.B.S ڈاکٹر کے لئے ایک لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ مطلوب ہے۔ خواہشمند احباب مذکورہ کوائف کے ساتھ نظارت دعوت و تبلیغ سے خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

(انچارج شعبہ رشتہ ناظر قادیان)

درخواست دعا:۔ مکرم حضرت صاحب منڈاسگر ہلی سے اعانت بدر میں ۱۰؍روپے ادا کرکے لکھتے ہیں کہ خاکسار کا پوتا عزیزم مسرت احمد ابن محمد اقبال صاحب منڈاسگر اسلامی انگلش میڈیم سے S.S.L.C کے امتحان میں فرسٹ کلاس پوزیشن میں کامیاب ہوئے۔ گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ میں ڈپلوما کورس کے داخلہ

ارشادِ نبوی ؐ

اَسْلِمْ تَسْلَمْ

اسلام لا تو ہر خرابی، برائی اور نقصان سے محفوظ ہو جائیگا

(محتاج دعا)

یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی (مہاراشٹر)

الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے

AZ

MOHAMMAD RAHMAT

PHONE. C/O. 393238/893518

SPECIALIST IN ALL KINDS OF TWO WHEELER MOTOR VEHICLES.

45-B. PANDUMALI COMPOUND.

DR. BHADKAMKAR MARG. BOMBAY-400008

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرحیم جیولرز

پروپرائیٹر: سید شوکت علی اینڈ سنز

(پتہ)

خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد کراچی۔

فون نمبر:۔ ۶۲۹۴۴۳

قادیان دارالامان میں مکان یا پلاٹ کی خرید و فروخت کیلئے خدمات حاصل کریں

احمدیہ پراپرٹی ڈیلرز

پروپرائیٹر:۔ نعیم احمد طاہر۔ احمدیہ چوک قادیان ۱۴۳۵۱۶

AHMAD PROPERTI DEALERS

AHMADIYYA CHAWK QADIAN 143516

YUBA

QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

(پیشکش)

بانی پولیمرز کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶

ٹیلیفون نمبرز:۔ 43.4028-5137-5206

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے!

زدجام عشق
۱۰۰/- روپے

حبوب مفید اٹھرا
۴۵/- روپے

اکسیر اولاد نرینہ
(کورس)

تریاقِ معدہ
۸/- ۱۵/-

روشن کاجل

حب جدوار
۲۰/-

ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گول بازار۔ ربوہ (پاکستان)

اَفضَلُ الذِّکرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب:۔ ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ۔
کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۷۳

MODERN SHOE CO.

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD.

CALCUTTA - 700073.

PHONES :- OFFICE :- 275475. RESI :- 273903.

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
(درِ ثمین)

AUTOWINGS,

15 - SANTHOME HIGH ROAD.

MADRAS - 600004.

PHONE NO. 76360
74350

آٹو ونگس

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے
(الہام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

THE JANTA

PHONE :- 279203

CARDBOARD BOX MFG. CO.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD.

CORROUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.

15 - PRINCEP STREET, CALCUTTA - 700072.

اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا
(سفارش کیا کرو، تم کو سفارش کا بھی اجر ملے گا)
(حدیث نبوی)

RABWAH WOOD INDUSTRIES.

SAW MILLS & FOREST CONTRACTORS.

DEALERS IN :- TIMBER TEAK, POLES, SIZES,
FIRE WOOD.

MANUFACTURERS OF :- WOODEN FURNITURE,
ELECTRICAL ACCESSORIES, ETC.

P.O. VANIYAMBALAM (KERALA)

قائم ہو پھر سے حکمِ محمد جہان میں ؎ ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

راۓچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS,

(ELECTRIC CONTRACTOR)

TARUN BHARAT CO-OP. HOUSE SOCIETY LTD.

PLOT NO. 6. GROUND FLOOR. OLD CHAKALA.

OPP. CIGARETTE HOUSE, ANDERI (EAST)

PHONES } OFFICE :- 6348179
RESI :- 6233389 } BOMBAY - 400059.

خدا کی پسندیدہ ۲ دو باتیں

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ:۔ دو باتیں ایسی ہیں جو زبان پر تو بالکل ہلکی ہیں مگر (قیامت کے دن) ترازو میں بہت بھاری ہوں گی۔
اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہیں۔ یعنی "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ (۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"۔

طالبانِ دعا } محمد شفیق سہگل۔ محمد نعیم سہگل۔ محمد لقمان جہانگیر۔ مبشر احمد۔ ہارون احمد۔
پسران، مکرم میاں محمد بشیر صاحب سہگل مرحوم۔ کلکتہ۔

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے

(الہام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

پیش کردہ } کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرس ہسٹاکسٹ جیون ڈریسز۔ ہرینہ میدان روڈ۔ بھدرک۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)
پروپرائیٹر:۔ شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر:۔ 294

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

- بڑے ہوکر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔
- عالم ہوکر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خودنمائی سے اُن کی تذلیل۔
- امیر ہوکر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خودپسندی سے اُن پر تکبر۔

(کشتی نوح)

M.MOOSA RAZA SAHEB & SONS
6- ALBERT VICTOR ROAD FORT.
GRAM.- MOOSARAZA } BANGALORE - 560002.
PHONE:- 605558

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر رہے" ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔

احمد الیکٹرانکس
کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

گڈلک الیکٹرانکس
انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

امپائر ریڈیو۔ ٹی، وی۔ اُوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس!

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش:۔ عبدالرحیم و عبدالرؤف۔ مالکان حمید ساری مارٹ۔ صالح پور۔ کٹک (اڑیسہ)

AUTHORISED JEEP JOBBERS PARTS
LUCAS TVS
AUTHORISED DEALERS

آٹو ٹریڈرز
۱۶ مینگو لین۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱

AUTOTRADERS,
16-MANGO LANE
CALCUTTA - 700001
تار کا پتہ:۔ "AUTOCENTRE"

ہر قسم کی گاڑیوں، پٹرول اور ڈیزل کار۔ ٹرک۔ بس۔ جیپ اور ماروتی کے اصلی پرزہ جات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

ٹیلیفون نمبر:۔ 28-5222 اور 28-1652

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں!"

(کشتی نوح)

NIR ®

CALCUTTA -15.

پیش کرتے ہیں:۔
آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!